جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۷۱ | مورخہ ۳ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء | یوم شنبہ | مطابق ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت اقدس سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خداتعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور نمازوں میں تشریف لاتے ہیں۔ لیکن سالانہ جلسہ کے موقعہ پر لمبی تقریریں کرنے کی وجہ سے گلے میں کچھ تکلیف ہے۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ خداتعالیٰ حضور کو کامل صحت عطاء فرمائے۔

جزیرہ سماٹرا سے ایک نیا طالب علم بغرض تعلیم دارالامان میں آیا۔

جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے مہمانوں کا بہت بڑا حصہ رخصت ہو چکا ہے۔ لیکن بہت سے مہمان اب تک بھی موجود ہیں۔

خان ذوالفقار علی خان صاحب ناظر امور عامہ ان جوانوں کو ساتھ لیکر جالندھر تشریف لے گئے۔ جو اس سال ٹیری ٹوریل فوج میں شامل ہوئے ہیں۔

مختصر رپورٹ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ

خدا کے فضل و رحم کے ساتھ ہمارا سالانہ جلسہ ۲۶ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک بہت بارونق و بابرکت رہا۔ اور بخیر و خوبی و خوش اسلوبی ختم ہوا۔

انتظامی صورت حال کی تفصیل الگ شائع کی جائیگی۔

اس مختصر میں صرف یہی کہنا کافی ہے کہ انتظام بہت اعلیٰ تھا کارکنوں نے مقدور بھر مہمانوں کو آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ تیرہ چودہ ہزار کی ضروریات مہیا کرنا کچھ چھوٹی بات نہیں مگر الحمد للہ انتظام میں پوری کامیابی رہی۔ کھانا برابر وقت پر صبح ۷ سے ۹ بجے تک کھلایا جاتا رہا۔ اور رات کو جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ اس دفعہ موٹر سروس بھی اچھی تھی۔ اور تانگے ڈھمٹم کا انتظام بھی قابل شکایت نہ تھا جلسہ گاہ اس دفعہ مسجد نور کے قریب ہی ہائی سکول کی گراؤنڈ میں بنایا گیا تھا۔ یہ خیال کیا گیا تھا کہ دس بارہ ہزار دوست آ سکینگے۔ اور چودہ ہزار تک گنجایش رکھی گئی تھی۔ لیکن جیسا کہ دارالا... کے ہر مکان کا حال ہوتا ہے بسنے کے بعد اس میں عدم گنجایش نظر آنے لگتی ہے۔ یہی بات پیش آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کے وقت تمام گیلریاں اور جلسہ گاہ کا اندرونی صحن اور دروازے بھر گئے۔ اور کئی آدمی ایسے تھے۔ جن کو جگہ نہ ملنے کی شکایت تھی۔ معلوم ہوا کہ پندرہ ہزار کے قریب لوگ ہونگے۔ کیونکہ صرف بیرونی مہمانوں کی تعداد تیرہ چودہ ہزار کے درمیان اجراءِ پرچی خوراک کا دفتر بتا رہا تھا۔ پانچ ہزار مہمان اندرون شہر تھے اور آٹھ ہزار سے زیادہ بیرون شہر۔ پرہیزی الگ۔ اور مستورات بھی دو ہزار۔ جن کے جلسہ کا الگ انتظام الگ پروگرام۔ ہر دو سکولوں اور دفاتر کے سٹاف اور طلباء اور دیگر مہاجرین و سکان دارالامان خدمت میں مصروف تھے۔ ان لوگوں میں سے کئی ایسے تھے۔ جو رات کو سو بھی نہیں سکتے تھے۔ اور دن کو جب جلسہ ہوتا۔ تو بھی یہ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر حاضر۔ میرے نزدیک ایک

احمدی کے لئے یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ کہ وہ خدمت میں حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر بھی نہ سن سکے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

پہلے دن کی کارروائی

جمعہ کے روز ۹½ بجے جلسہ کا افتتاح خود حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے استغفار و دعا سے فرمایا۔ حضور تشریف لے گئے۔ اور جلسہ کی کارروائی باقاعدہ ۹½ بجے شروع ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب نے ویدک دہرم اور اسلام پر تقریر کی۔ ماشاء اللہ تقریر کیا تھی۔ ویدک دہرم کا فوٹو کھینچ کر رکھ دیا۔ ظرافت کی چاشنی خوب مزا دیتی تھی۔ آپ نے متعدد دلائل سے بتایا۔ کہ اسلام عالمگیر اور ہمہ حقانیت مذہب ہے۔ اور ویدک دہرم کی اسکے مقابل میں وہ حقیقت ہے۔ جیسے تین برس کے بچے کا پاجامہ۔ آپ نے یہ بھی دکھایا کہ ویدک دہرم کے احکام پر عمل ہی نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس کے بعد حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ سنائی۔ غالباً یہ پہلی رپورٹ تھی۔ جو جلسہ میں اس توجہ کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر حاضرین نے سنی۔ مفتی صاحب نے تمام محکموں کے جستہ جستہ حالات سنائے۔ اور چھوٹے سے لے کر بڑے تک کارکنوں کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا۔

(۳) اسکے بعد حضرت نیر ماسٹر عبد الرحیم صاحب اٹھے۔ اور آپ نے مغربی افریقہ کا مقام وقوع سیاسی حالات اور جغرافیکل کیفیات و قومی خصوصیات کا بالتفصیل بیان کیا۔ اور پھر وہاں اپنے کام کی تفصیل سنائی۔ ایک گھنٹہ تک سامعین بہت توجہ سے سنتے رہے۔ اور آپ کی آواز ماشاء اللہ بلند تھی۔ اور طرز ادا دلآویز ساتھ ساتھ نظم کا پڑھنا خوب لطف دیتا تھا۔

پہلا اجلاس ختم ہوا۔ لوگوں نے وضو کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح تشریف لائے۔ جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ نماز جمعہ کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہوا۔

جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب فاضل مصری کی تقریر پیشگوئیوں کے اصول پر ہوئی۔ ایک گھنٹہ میں جتنا حصہ بیان ہو سکا۔ کیا۔ آپ نے نبی کی اجتہادی غلطی کا ثبوت قرآن مجید کی آیات سے دیا۔ اور لطیف استدلال فرمائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے وفات مسیح پر اپنی تقریر فرمائی۔ قرآن شریف سے اچھوتے استدلال فرمائے۔ اور ایک حدیث پیش کی۔ جو ایک نئی دلیل تھی۔ دوسرا اجلاس ختم ہوا۔ اور پہلے دن کی کارروائی بھی ختم ہوئی۔

دوسرے روز کی کارروائی

بھی ٹھیک وقت پر شروع ہوئی۔

جناب چودہری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لار کا لیکچر اسلامی شریعت موجودہ زمانہ اور ہر ملک کے لئے موزون ہے۔ چودہری صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ اپنی تقریر کی۔ اور کئی پہلوؤں سے اسپر روشنی ڈالی۔ وقت کم تھا۔ اس لئے بعض عنوان ہی سنا دیے۔ تشریح نہ فرمائی۔ امید ہے چودہری صاحب اپنا مضمون مرتب کر کے عطا فرمائینگے۔

۱½ بجے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر کا وقت تھا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے عجیب عجیب حالات سنائے۔ دل پگھل پگھل کر آستانہ الوہیت پر گر رہے تھے۔ اور عجیب سماں تھا۔ مفتی صاحب کا طرز تقریر پہلے ہی دلپذیر تھا۔ اسپر ذکر حبیب کے مضمون نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔

اسکے بعد نظارت کی رپورٹ ہوئی۔ اور خان صاحب ذوالفقار علی خان نے جستہ جستہ باتیں سنائیں۔ بعد ازاں چودہری فتح محمد صاحب کی تقریر غیر مسلم اقوام ہند میں تبلیغ اسلام پر ہوئی۔ آپ کی تقریر میں ایک خاص جوش تھا۔ ایک طرف آپ واقعات پیش فرما رہے تھے۔ دوسری طرف اپنی دل لبھانے والی طرز تقریر سے دلوں کو گرما رہے تھے۔ بہت عمدگی کے ساتھ آپ نے اس ضرورت کو واضح کیا۔ اور دینی و دنیوی فوائد بتائے اور ایسے طریق پیش کئے۔ جن سے کامیابی یقینی ہے۔ پہلا اجلاس ختم ہوا۔ اور نماز ظہر و عصر جمع ہوئی۔

اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ۳ بجے سے لیکر ۷ بجے تک چار گھنٹے تقریر فرمائی۔ بہائی ازم کی حقیقت ایسے طریق پر کھولی۔ کہ ان لوگوں کی حق و حقیقت سے عریانی نمایاں ہو گئی۔ آپ نے اس گروہ کی تاریخ سنائی۔ پھر عقائد اور خود ان کی معتبر کتابوں سے دکھایا کہ مرزا حسین علی صاحب کا دعویٰ الوہیت کا تھا۔

تیسرے روز کی کارروائی

عین وقت پر شروع کر دی گئی۔

مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی نے حضرت مسیح موعود کی بعض پیشگوئیاں سنائیں۔ اور بتایا کہ سیدنا محمود کا وجود باجود اور آپ کی عمر کا ایک ایک لمحہ نشان ہے۔

۹½ بجے جناب حافظ روشن علی صاحب کی تقریر صداقت مسیح موعود پر شروع ہوئی۔ آپ نے ختم نبوت کے معنی اور اسکے بعد اجرار نبوت اور حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دیا۔ آپ کی تقریر کا ہر فقرہ دلنشین تھا۔ ہر طبقہ کا حاضر مجلس فائدہ اٹھا رہا تھا۔ پونے بارہ بجے تقریر ختم ہوئی۔ اور پھر بیت المال کے ناظر صاحب نے مالی رپورٹ سنائی۔ تمام انجمنوں کا مقابلہ کر کے دکھایا۔ اور ضروریات سلسلہ کو حاضرین کے سامنے رکھ دیا۔

جب سے حضرت خلیفۃ المسیح خلافت پر متمکن ہوئے اس بات کا خاص طور سے التزام ہے کہ خاص جلسہ پر چندے کے لئے زور نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ اس جلسہ کی غرض حصول مال نہیں ہے بلکہ احمدی جماعت روحانیات کے لئے جمع ہوتی ہے۔ تاہم اس وقت چندہ جمع ہو گیا۔ باقی اپنے اپنے طور پر لوگ بیت المال کے دفتر میں جمع کرا چکے تھے یا بعد ازاں کراتے رہے۔ نماز ظہر و عصر جمع ہوئی۔

قریباً ۳½ بجے جلسہ گاہ میں حضور تشریف لائے۔ اس روز حضور کی تقریر مستورات میں تھی۔ ۳ بجے آپ نے تقریر شروع کی جو پونے ۹ بجے ختم ہوئی۔ حضور نے پہلے مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کا ذکر فرمایا۔ اور کھول کر بتایا کہ اسلام نے ارتداد کی سزا ہرگز قتل نہیں بتائی۔ اور آپ نے متعدد آیات سے اچھوتا استدلال فرمایا۔ پھر احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات ثابت کی۔ اور آخر میں بتایا۔ کہ مولوی نعمت اللہ خان کا قاتل امیر کابل کو نہ سمجھو بلکہ ان فاسد عقائد کو جو اہل حق کی دشمنی کا موجب بن رہے ہیں ہمارا قصاص یہ ہے۔ کہ ان عقائد کو لوگوں کے دلوں سے بدلائل و براہین نکال دیں۔ دوران ذکر میں آنکھیں اشکبار رہیں۔ اسکے بعد حضور نے سفر بلاد اسلامیہ و یورپ کے واقعات سنائے اور وہ تمیس فوائد بتائے۔ جو اس سفر سے حاصل ہوئے۔ اور پھر وہ باتیں بیان کیں۔ جو اشاعت اسلام میں روک ہیں۔ اور ان کے متعلق جماعت احمدیہ کو اس کا فرض سمجھایا۔

اس تقریر پُر تنویر کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

حضور کی طبیعت عرصہ سے ناساز چلی آتی تھی۔ ضعف انتہا درجہ کا تھا۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ آپ چھ گھنٹے تک کھڑے تقریر فرماتے رہے۔

علاوہ ازیں ہر روز رات کو اور پھر صبح نماز فجر کے بعد دس بجے تک تمام جماعتوں کو باری باری حضور ملاقات کا موقعہ دیتے رہے۔ جس کے لئے ماسٹر علی محمد صاحب بی اے۔ بی۔ ٹی پرائیویٹ سکرٹری نے احباب کو ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ سٹیج کا انتظام جناب مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد تھا۔ دو نائب تھے۔ حافظ روشن علی صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ سٹیج خاصہ وسیع تھا۔ انتظام بہت عمدہ رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اجتماع کی روحانی و جسمانی برکات سے متمتع ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (اکمل عفا اللہ عنہ)

پتہ درکار ہے!

سید محمد حسین شاہ صاحب احمدی ساکن ظفروال حال گرداور قانون گوئے کا صحیح پتہ درکار ہے۔ کوئی صاحب اطلاع دیں۔

قاسم الدین۔ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان ۳ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

سالانہ جلسہ کے بعد ہمارا فرض

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ہمارا سالانہ جلسہ گذر گیا اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق ان فیوض اور برکات سے حصہ پایا۔ جو اس اجتماع سے مخصوص ہیں :

سالانہ جلسہ ایک طرح پر ہمارے سالانہ کاموں کا یوم الاحتساب ہے۔ ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان فرائض اور ذمہ داریوں کو جو سلسلہ کی طرف سے ہم پر عاید ہیں۔ ہم نے کس حد تک پورا کیا ہے۔ اور اسکے بعد ہماری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ جس میں ہم نے نہ صرف ان کمیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کرنی ہوتی ہے۔ جو سال گذشتہ میں ہم سے فرائض ملی کے ادا میں ہوئیں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ قوت اور جوش کے ساتھ قدم آگے بڑھانا ہے۔

سلسلہ احمدیہ ہم پر دو قسم کے فرائض عاید کرتا ہے ذاتی اور ملّی۔ ذاتی فرائض سے وہ فرائض مُراد ہیں۔ جو ہماری ذاتی اصلاح اور ترقی سے متعلق ہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ہم کو باخدا انسان بنانا چاہتا ہے۔ اور جب تک ہمارے اندر یہ حقیقت پیدا نہیں ہوتی۔ ہم منزل مقصود سے دُور ہیں۔ اس ذاتی اصلاح میں ہر قسم کی اصلاح داخل ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کو دُور کرنا اور اخلاق فاضلہ کو حاصل کرنا۔ وہ اعمال جو ہمارے لئے قرب الٰہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ انکو اختیار کرنا۔ ایسا ہی ان امور کا اختیار کرنا جو سوسائٹی اور پبلک کی بھلائی اور بالآخر نوع انسان کی بھلائی کا ذریعہ ہو سکیں۔

فرائض ملّی میں وہ ذمہ داریاں داخل ہیں۔ جو سلسلہ کی طرف سے ہم پر عاید ہوتی ہیں۔ جن کے لئے احمدی کہلا کر ہم حضرت امام اور خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہیں۔ فرائض ملی کی طرف توجہ کرنے کے لئے جو چیز محرک ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی ذاتی اصلاح ہے۔ جس جس قدر ہم اپنے اندر سلسلہ کی حقیقت کو پیدا کرتے جائینگے۔ اسی قدر سلسلہ کی معرفت وسیع ہو کر اس کی ضروریات کا احساس پیدا ہو گا۔ بہر حال جلسہ کی عام تقریروں اور خصوصیت سے حضرت کے ارشادات میں اس کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ان الفاظ میں قوت موثرہ اور زندگی ہے

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم

اس چشمۂ حیات سے سیراب ہوں

اب جبکہ جلسہ کے بعد ہم اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان ہدایات پر عمل کر کے ذاتی اصلاح کریں۔ اور سلسلہ کی ضروریات کا وسیع علم [illegible] کی کوشش کریں۔

کہ اس فرض سے سبکدوش ہوں

سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ اور جماعت کی تنظیم و ترقی کے لئے جو کام جاری ہو چکے ہیں۔ وہ کسی صورت میں بند نہیں کئے جا سکتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ ان لوگوں کے سامنے ہم ہاتھ نہیں پھیلا سکتے۔ جو ابھی تک سلسلہ سے دور ہیں۔ وہ خود ہمارے رحم اور توجہ کے محتاج ہیں۔ ان پر اس حقیقت اور صداقت کو ہم نے واضح کرنا ہے اور اس چشمۂ حیات کی طرف انہیں لانا ہے۔ اور یہ بہت بڑا نازک اور محنت طلب کام ہے۔ پس اس سال رواں کے لئے ہم کو اپنے عملی پروگرام پر نہایت مضبوطی اور پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

سلسلہ کی مالی ضروریات ہم سے پہلے سے زیادہ قربانی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اس لئے بہتر نہیں ضروری ہے کہ ہم اپنے اخراجات میں پہلے سے زیادہ نفس کشی سے کام لیں۔ اور جس قدر بھی ممکن ہو۔ ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پورا کرنے میں اسے صرف کریں۔

جماعتوں کے نظام کو باقاعدہ کریں۔ اور ایسی تنظیم ہمارے اندر ہو کہ کل سلسلہ باوجود لاکھوں انسانوں کی جماعت ہونے کو

ایک وجود واحد

سمجھا جاوے۔ اور باہم ہمدردی اور اخوت وخلت کی وہ رو پیدا کی جاوے۔ جیسے فی الحقیقت جسم کے کسی ایک عضو کا درد سارے جسم کو بیقرار کر دیتا ہے۔ اور آپس میں عفو و درگذر اور چشم پوشی کی عادت پیدا کی جائے۔ تاکہ دوسروں کی شماتت سے بچے رہیں۔ اور خود ہم میں سے ہر شخص مبلغ ہو کر سلسلہ کے دائرہ تبلیغ اور اشاعت کو وسیع کرے۔ تاکہ سلسلہ کی ترقی بحیثیت افراد ہوتی رہے۔ یہ یاد رکھو۔ کہ سلسلہ کی ترقی مقدر ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو بڑھنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس وقت جس پاک وجود کے ہاتھ میں سلسلہ کو دیا ہے۔ اس کے عہد کے ساتھ بڑی بڑی برکات اور ترقیوں کے وعدے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک عام عملی قانون ہے۔ جو قوموں کے عروج واقبال کی تاریخ میں اور آسمانی سلسلوں کی اشاعت کی تاریخ میں پایا جاتا ہے کہ :-

جس قدر مطالب عالی ہوں اسی قدر عظیم الشان قربانیاں اس کے لئے مطلوب ہوتی ہیں

ہمارا نصب العین چونکہ بہت بلند اور اہم ہے۔ اس لئے ہماری قربانیاں بھی اسی رنگ کی ہونی لازم ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے سفر یورپ نے ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اور آپ نے سُن لیا ہے۔ اگر اس سکیم کو جو نتائج سفر میں آپ نے تبلیغ سلسلہ کے لئے تجویز کی ہے۔ ہم چھوڑ دیں گے یا ملتوی کر دینگے۔ تو ان ترقیات اور برکات کو پیچھے ڈالدینگے۔ جو آنیوالی ہیں۔ اس لئے جلسہ کے بعد ہمارا فرض یہی ہے۔ کہ اوّلاً ہم اپنی ذاتی اصلاح میں بہت بڑی کوشش کریں۔ اور دعاؤں سے خدا تعالیٰ کی مدد طلب کریں۔ اور پھر سلسلہ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ ہمت اور کشادہ دلی سے مالی قربانیوں کے لئے قدم اٹھائیں۔ یہ قربانیاں انشاء اللہ العزیز ہم کو ذاتی اصلاح کا بھی اہل بنا دینگی۔ اس لئے کہ سب سے بڑی چیز جو انسان کی راہ میں روک ہوتی ہے۔ وہ حُبّ مال ہے۔ جب ہم اس کو خدا کی محبت پر قربان کرینگے۔ تو اللہ تعالیٰ دوسرے رذائل سے بچنے کی بھی توفیق دیگا۔ ان اثرات کو جو جلسہ میں ہم لیکر گئے ہیں اپنے دلوں پر گہرا اثر کرنے دو۔ اور ان کو عملی صورت دو۔ کیونکہ

ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے

قرآن کریم میں جہاں کہیں ایمان کا ذکر خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ عموماً اس کے ساتھ اعمال صالحہ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ اعمال کے بغیر محض ایمان انسان کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے ایمان اور اعمال کی جزا کا ذکر فرما کر ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اعمال کیساتھ ہی ہم اپنے ایمان کے ثمرات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصالحات ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار۔ ایمان اور اعمال کے بدلے میں خدا تعالےٰ نے باغ اور نہریں رکھی ہیں۔ ایمان کو ایک باغ قرار دیا ہے۔ اور اعمال کو نہریں پس اس میں خدا تعالےٰ نے اس طرح توجہ دلائی ہے۔ کہ جس طرح باغ بغیر پانی کے سرسبز اور بارآور نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارا ایمان بھی بغیر اعمال کے بارآور نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیں تمام اعمال صالحہ کی توفیق عطا کرے۔ تاہم اپنے ایمان کے ثمرات کھانے والے بنیں :

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تازہ ترین تقریر

افراد سلسلہ کی اصلاح و فلاح کیلئے دلی درد کا اظہار

۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح نے مسجد اقصےٰ میں ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر کی تقریب کا پتہ خود تقریر سے پایا جاتا ہے۔ آپ نے یہ خطبہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۴ء کو پڑھا۔ اس وقت آپ کی حالت جیسا کہ اس خطبہ کے شروع میں تمہیدی نوٹ سے ظاہر ہے۔ ربودگی اور کمال خضوع و خشوع کی تھی۔ بعض حالات اور اوقات خاص کیفیتیں انسان کے اندر پیدا کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے بار گراں کو لے کر آتے ہیں۔ ان کی قلبی کیفیتیں اپنی ذات سے بالاتر ہوتی ہیں۔ ان کی خوشی ان کا رنج کچھ شخصی نہیں۔ بظاہر ان کی ذاتیات سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ طبعی اور قدرتی امر ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ انکے اندر رنج و غم یا خوشی و مسرت کی کیفیتیں اپنی جماعت اور قوم کے حالات سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو خطبہ پڑھا۔ اس کے آخری حصہ میں ایسی رقت اور سوز آپ کی آواز میں تھا۔ کہ گویا آپ کا قلب ہو کر نکل رہا ہے۔ بعض کو غلطی سے یہ خیال گذرا۔ کہ آپ نے اس غم کو بہت محسوس کیا ہے۔ اس پر آپ نے یہ خیال کر کے کہ کوئی اور احمدی بھی اس غلط فہمی اور بدظنی میں مبتلا ہو۔ تقریر عام طور پر کرنی پسند فرمائی باوجودیکہ طبی مشورہ اور آپ کی صحت کا اقتضا کسی تقریر کی اجازت نہ دیتا تھا۔ مگر مخلوق خدا کی ہمدردی آپ کو پہلے ہی سے بے چین کئے ہوئے ہے۔ آپ نے صحت یا طبی مشورہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے اصل حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کہ آپ کو اس واقعہ سے جو احساس اور صدمہ ہوا۔ [illegible] کہ مرحومہ کے وجود سے اس سکیم میں جو آپ نے یورپ میں تبلیغ و اشاعت کے لئے تجویز کی تھی۔ اور سلسلہ کی مستورات کی ترقی اور تربیت پر جس سے بہت بڑا اثر پڑنے والا تھا۔ اور سلسلہ کے مستقبل میں اسکا (دخل تھا) مدد ملنے کی توقع تھی۔ اور دس سال کے عرصہ میں مرحومہ کو ایک مقصد عظیم کے لئے تیار کیا تھا۔ اس کو صدمہ پہونچا۔

اس تقریر کے وقت باوجودیکہ آپ کی حالت میں جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ ایک جلالی کیفیت تھی۔ مگر با ایں اپنے جذبات اور احساسات پر اس قدر کنٹرول تھا۔ کہ خدا کی تائید کے بغیر میسر نہیں آسکتا۔

حقیقت میں یہ امور قابل غور ہیں۔ کہ ایک شخص جس کو قبل از وقت خدا تعالےٰ نے ان واقعات اور حوادث کی اطلاع دی تھی۔ جو دوسروں کے لئے کمرشکن ہو سکتے ہیں۔ اور جن کے متعلق وہ اپنے اعلانوں میں کہتا ہے کہ دوسرے ان کے سننے کی بھی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ پس ایمانی قوت اور اخلاص فی الدین کا مجسمہ ہے۔ اور اس کی قربانی کی روح کا معیار کتنا بلند ہے۔ کہ ان واقعات کو عملی رنگ میں دیکھتے ہوئے

سلسلہ کے لئے ایسے لمبے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے

اس حالت کا اندازہ کرو۔ اور ان واقعات کو جو واقع ہوئے سامنے رکھو۔ اور پھر غور کرو۔ کہ کس طرح سفر کے لئے ہمت اور عزم پیدا ہو سکتا ہے۔ اس وقت جو الہام آپ کو ہوا۔

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

یہ بتاتا تھا۔ کہ کتنی بڑی قربانی اس سفر کے لئے درکار ہے

اور پھر کس طرح

اس امتحان میں خدا کے فضل سے پورا اترا ہے

غرض اس تقریر میں آپ نے ایمان و عرفان کے نئے چشمے پر جاری کئے۔ انسانی فطرت کے مقتضیات اور ایمان باللہ کی حقیقت اور مقادیر اللہ سے پوری الفت اور قوم کے لئے اپنے جذبات کو قربان کر کے اس کے رنج و راحت میں عملاً حصہ لینے کی قلبی شجاعت کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ وہ خیالی باتیں نہیں ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے ان کو مشاہدہ کیا ہے۔ مختلف واقعات اور حادثات کی خبریں سفر میں پہونچی ہیں۔ ان کا احساس ہوا ہے۔ مگر اس کام میں (جو خدا نے آپ کے سپرد کیا ہے) ایک منٹ بھی غفلت نہیں کی۔ اور ان عظیم حادثات نے آپ کی توجہ کو دینی طرف پھر اگر سست نہیں کیا۔ بلکہ اور تیز قدم کر دیا۔ ہندوستان میں واپس پہونچ کر جہاز سے اتر کر علالت اور سخت علالت کے آثار آرہے ہیں مگر آپ جماعت کے

جذبات اور احساسات کیلئے اپنے جذبات کو قربان کرتے ہیں

اور صرف اس ایک احساس سے کہ لوگ دور دور سے بعض مقامات پر محض اس لئے آئے ہیں۔ کہ مجھ سے ملیں۔ انکی ارادت اور ان کی تکالیف اجازت نہیں دیتی ہیں۔ کہ

میں پرواہ کروں

قادیان میں آتے ہیں۔ اور جماعت اپنے جذبات مسرت کا اظہار کر رہی ہے۔ مختلف طبقوں سے ایڈریس دیئے جا رہے ہیں۔ مگر آپ یہ دیکھتے ہوئے کہ گھر میں

زندگی کی ایک مونسہ اور رفیق

بستر مرگ پر پڑی ہے۔ اور ایسی مونسہ جس کے دم کے ساتھ سلسلہ کی ترقی و تربیت کی امیدیں ایک پہلو سے وابستہ ہیں۔ اگر اس کے لئے ان تقریبات کو روک دیا جاتا۔ اور دوسرے وقت پر ملتوی کر دیا جاتا۔ تو بےجا نہ ہوتا۔ مگر نہیں آپ اسی مستقیم الاحوالی اور اولوالعزم قلب کو لے کر ان خوشی کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور ایڈریسوں کو سن کر مناسب موقع جواب دے دیتے ہیں۔ یہ تمام واقعات اور حالات ہماری اپنی تعلیم ہماری ذاتی اصلاح اور بھلائی کے لئے واقع ہوئے ہیں۔ تکلف سے نہیں پورے غور سے اور توجہ سے خالی الذہن ہو کر ان واقعات پر غور کرو۔ تو تم کو معلوم ہوگا۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہمارا ہاتھ جس ہاتھ پر رکھا ہے۔ فی الحقیقت یہ وہی ہاتھ ہے۔ جس کے لئے

ید اللہ فوق ایدیھم

کا وعدہ آیا ہے۔ ہم ان برکات سے ان علوم سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔ جو مسیح موعود پر نازل ہوئے۔ اور ان وعدوں کے وارث ہو سکتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا نے برتر نے کئے۔ بشرطیکہ اس ہاتھ کو مضبوط پکڑیں اور سست اور قاصر الہمت نہ ہوں۔ اس کی زندگی ہمارے لئے ایک موج حیات ہے۔ وہ ایک بجلی ہے۔ جس کے ذریعہ ہم میں ہر قسم کی قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ اس سے صحیح طور پر تعلق پیدا کریں۔ غرض باوجودیکہ طبی مشورہ کچھ اور تھا۔ مگر آپ نے یہ تقریر فرمائی۔ جو اپنے اندر روح استقلال اور قوت عمل رکھتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ یہ تقریر پوری نہیں لکھی جاسکی۔ تاہم جس قدر بھی لکھی ہوا۔ اس کو قلمبند کیا گیا۔ اور احباب اس کو توجہ سے پڑھیں گے۔ تو خدا کے فضل اور رحم سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی ہماری اصلاح اور ہماری بہبودی اور ہماری فلاح کے لئے ایسی قربانی اور ایسی جانثاری کہ جس میں حضور اپنے وجود کو بھی بھلا چکے ہیں۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مطابق ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ اگر ہم احسان کا بدلہ احسان نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم اپنے بار گراں سے ہم حضور کو سبکدوش کر دیں۔ اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی پوری اصلاح کریں۔ کیونکہ حضور کو اگر دکھ ہے۔ تو ہمارا ہے۔ اور اگر کوئی فکر ہے۔ تو ہماری ہے۔ ہمیں اس خام خیال سے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ حضور کو ہماری فکر ہے۔ اور ہمارے غم میں شمع کی طرح پگھل رہے ہیں۔ اور رات دن آستانہ الہیہ پر ہمارے لئے روتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ کیونکہ حضور کا رونا دھونا اور ہمارے لئے جان کھونا بھی اسی صورت میں ہمارے لئے نفع بخش ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔ (ایڈیٹر)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج کل میری صحت اور ڈاکٹری مشورہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کہ میں کل کے خطبہ کے بعد اس قدر جلدی کوئی اور تقریر کروں۔ لیکن بعض ایسے واقعات پیدا ہو گئے۔ کہ جن کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔ اور باوجود اس کے کہ صحت کا تقاضا اس کے خلاف ہے۔ آج پھر آپ لوگوں کے سامنے کچھ بیان کروں گا۔

کل اور آج کی حالت میں امتیاز

پیشتر اس کے کہ میں کوئی اور مضمون بیان کروں۔ میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ کل کی حالت سے آج کی حالت بالکل متضاد ہے۔ کل کی حالت تو دعا کی تھی۔ اور آج کی حالت غضب کی ہے۔ کل تو میں اس انسان کی طرح تھا۔ جس کے جسم کا ہر ذرہ اپنے رب کے سامنے پگھل کر اپنے لئے اور دوسروں کیلئے دعائیں کر رہا ہو۔ اور آج اس حالت میں ہوں۔ کہ میرے تمام حواس اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ میں کسی کے لئے بد دعا نہ کر دوں۔

میرے ایمان اور میرے اخلاص پر حملہ

مجھے بعض لوگوں کے ایسے خیالات معلوم ہوئے ہیں۔ جو اس قسم کی بدظنیوں پر مشتمل تھے۔ کہ جن میں میرے اخلاص اور ایمان پر ایسا حملہ تھا۔ جس سے سر سے لیکر پیر تک میرے جسم کے اندر خون جوش مار رہا ہے۔ بعض نادانوں اور جاہلوں نے میرے کل کے خطبہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا میں اپنی بیوی کی وفات پر صبر کے دامن کو چھوڑ بیٹھا ہوں اور اب قریب ہے۔ کہ میں غم کے مارے ہلاک ہو جاؤں۔ اس لئے وہ تسلی دینے لگے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ بعض اور لوگوں کو بھی اس قسم کا خیال ہو۔ اور انہوں نے اظہار نہ کیا ہو۔

میرے پہلے حالات کیا کہتے تھے

ان نادانوں نے میرے پہلے حالات پر نظر نہ کی۔ اور اگر کی۔ تو باوجود ان حالات کے جانتے ہوئے بھی مجھ پر بدظنی کی۔ نبی کریمؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ رسول من انفسکم۔ کہ یہ رسول تو تم میں ہی رہا ہے۔ تم اس کے حالات سے خوب واقف ہو۔

میں تمہارے اندر بچپن سے رہتا ہوں

اسی طرح آج میں بھی کہتا ہوں۔ اور نادانوں اور جاہلو۔ میں بھی تم میں بچپن سے رہتا ہوں۔ تم نے میرے حالات کو جانتے ہوئے پھر میرے متعلق کیونکر اس قسم کی بدظنی کی۔ اور میرے پہلے حالات پر کیوں نظر نہ کی۔ تم جانتے ہو۔ کہ جس زمانہ میں غم اور حزن کے مارے تمہاری کمریں ٹیڑھی ہو رہی تھیں۔ اس وقت میرے جادۂ استقلال میں فرق نہ آیا۔ اور میں نے کبھی غم اور حزن کو پاس نہیں آنے دیا۔ یعنی تم اس پرانے تجربہ کی بناء پر سمجھ سکتے تھے۔ کہ یہ خیال تمہاری اپنی نظر کی نابینائی کا نتیجہ ہے۔ تم اپنی نظر کی نابینائی کو میری طرف تو منسوب نہ کرتے۔

میرے مضامین میں ایک ترتیب

تم میرے ان مضامین کو جو میں نے راستہ سے لکھے دیکھتے۔ اگر ان مضامین اور خطبہ میں کوئی ترتیب نظر نہ آتی۔ تو دھوکہ کا احتمال ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر ان میں باہم ترتیب ہو اور ایک ایک اینچ باہم مطابق ہو۔ تو تم کو سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ تمہارا خیال تم کو غلطی میں مبتلا کر رہا ہے۔ اور تمہارا یہ خیال محض ایک بدظنی ہے۔

غلطی لگنے کے وجوہات

میں سمجھتا ہوں۔ دو چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ان کو غلطی لگی اور انہوں نے بدظنی کی۔ ایک میرے چہرہ پر غم کے آثار اور آنسو۔ دوسرے میرا مجلس میں آتے وقت لوگوں سے الگ رہنے کی درخواست کرنا۔ یا مجلس سے علیحدہ کھڑے رہنا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو آنکھیں دی ہوئی تھیں۔ اگر ان میں بینائی ہوتی۔ تو ان کو معلوم ہوتا۔ کہ میری یہ علیحدگی آٹھ دن سے جاری ہے۔

پہلی وجہ

اور اس کی وجہ اعصابی درد ہے۔ جس کا لقوہ کی صورت اختیار کرنے کا ڈر تھا۔ اور اسی وجہ سے باوجودیکہ امۃ الحی کی حالت اچھی نہیں تھی۔ مگر میں مسجد میں نہیں آتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سے بھی جو میرے معالج تھے کہا تھا۔ کہ جب لوگ مجھ پر ہجوم کر کے آتے ہیں۔ تو معاً مجھے اعصابی دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ میرے پٹھے کھچنے لگتے ہیں۔ اور قریب ہوتا ہے۔ کہ مجھے لقوہ ہو جائے۔

اس واقعہ کے بعد کی حالت

لیکن اب اس واقعہ کے بعد باوجود اس تکلیف کے موجود ہونے کے معاً نماز میں آنا شروع کر دیا ہے۔ تاکہ میری طرف کوئی یہ منسوب نہ کرے۔ کہ میں ایسے رنج میں مبتلا ہوں۔ جس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ بیماری کی زیادتی کی یہ تھی۔ کہ جب میں باہر آتا تھا۔ تو لوگ میرے پاس درخواستیں لاتے تھے۔ کہ ہمیں فلاں تکلیف ہے۔ اور ہم اس انتظار میں تھے۔ کہ حضور تشریف لاویں۔ تو حضور کے پاس عرض کریں۔ یا ہمیں فلاں امر کی ضرورت تھی۔ اور اذخروں نے حضور کی واپسی تک اسے ملتوی رکھا ہوا تھا۔ اور ادھر میری یہ حالت ہے۔ کہ مجھے جب معلوم ہو۔ کہ فلاں کو یہ تکلیف ہے اور میں اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ یا اس کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ تو مجھے سخت بے چینی ہوتی ہے۔ غالباً میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے ذکر کیا تھا۔

دوسروں کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی

کہ مجھ ایک جنون کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جب مجھ پر حاجتمند لوگوں کا ہجوم جمع ہوتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ میں فلاں شخص کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اور میری والدہ صاحبہ بھی میری اس حالت سے واقف ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس میں نے ذکر کیا تھا۔ کہ ادھر مجھے دورہ ہوتا ہے۔ اور ادھر میں ان کی تکلیف پڑھتا ہوں تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ میں جلسہ سے پہلے زیادہ بیمار ہو جاؤں۔ اس وجہ سے میں ان دنوں میں جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی سامان نہ کر دے۔ لوگوں سے الگ رہونگا یہ واقعات تھے۔ جن کی وجہ سے میں باہر کم آتا۔ اور لوگوں سے الگ رہتا تھا۔

مرحومہ کی تیمارداری میں روکاوٹ

بلکہ یہاں تک حالت رہی ہے۔ کہ اسی وجہ سے میں مرحومہ کی ایسی تیمارداری بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میرا دل تیمارداری کرنے کو چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں مجھ سے کہا بھی۔ کہ جب آپ آتے ہیں۔ تو میری بیماری میں کمی ہونے لگتی ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا۔ کہ تم کم آتے ہو۔

پہلی بات یعنی غم کے متعلق تصریحات

باقی رہا دوسرا سوال میں اس کو کئی حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلی بات غم کے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ مجھے غم ہے اور بہت غم ہے۔ اس کا اثر میرے چہرے پر بھی ظاہر تھا۔ جواب نہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ اب غم نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ میں ضبط کر سکتا ہوں۔

مجھے اپنے جذبات پر پورا قابو ہے

اور مجھے اپنے جذبات پر قابو ہے۔ اور بہت قابو ہے۔ اور میں ایسی حالت میں ہنس بھی سکتا ہوں۔ اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا۔ کہ ایک شخص میرے پاس آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور میں اس وقت غم کی حالت میں ہوتا ہوں۔ گھر میں میرا بچہ بیمار ہوتا ہے یا اور قومی غم ہوتے ہیں۔ لیکن معاً میں اپنے چہرہ کو ہنسنے والا بنا تا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں۔ کہ یہ میرا فرض ہے۔ کہ اس شخص کی خوشی میں شامل ہوں۔ لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے۔ بلکہ تم میں سے کئی لڑ پڑینگے۔ کہ ہمارے گھر تو ماتم ہے۔ اور تم ہمیں یہ بتانے آئے ہو۔ کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے۔ اور اس کے فضل سے میں نے ان

اسے سنبھالا ہے؂

جماعت کے غموں اور خوشیوں میں شامل ہونا میرا فرض ہے

تو میرا فرض ہے۔ کہ میں جماعت کے غموں اور خوشیوں میں شامل ہوں پھر میں ان غموں کو کبھی ظاہر بھی کرتا ہوں۔ تاکہ کوئی بیمار نہ پیدا نہ ہو۔ کیونکہ غموں کے دبانے سے بھی اعصاب پر برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن جب ایسا موقع ہو۔ کہ اس غم کو دبانا ہو۔ تو دبا بھی سکتا ہوں۔ آج تم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں۔ جو مجھ سے زیادہ خوشی والا چہرہ بنا سکے۔ اور مجھ سے زیادہ ہنس سکتا ہو۔ گو میرے دل میں اس وقت غضب ہے؂

اسلام کے متعلق میرا علم اور سمجھ

میں نے جو اسلام کو سمجھا ہے۔ اس کو غرور کہو۔ عجب کہو۔ خود پسندی۔ اپنی تعریف آپ کرنے کا عادی کہو۔ لیکن میں یقین واثق سے کہتا ہوں۔ کہ میں نے تم سب سے زیادہ سمجھا ہے۔ اور اس پر میں فخر نہیں کرتا۔ اور اس خوبی کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو خدا کا فضل جانتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں جب کبھی بھی سیکھنے کی مجھے ضرورت ہوتی ہے۔ کہتا ہوں کہ اے خدا تو اس بات کو جانتا ہے؂

میں کسی علم کو بھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتا

کہ میں کسی علم کو اپنی طرف کبھی منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو محض تیرا فضل و احسان ہی خیال کرتا ہوں۔ باقی رہا غم کرنا۔ یا آنسوؤں سے رونا یہ دعا میں تو جائز ہی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی جائز ہے؂

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

حدیث میں آتا ہے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا فوت ہوئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ کو کہا گیا۔ کہ اپنے چچا کو دیکھ لیں۔ مگر آپ نے جواب دیا۔ کہ میں ان کی اس حالت کو دیکھ نہیں سکتا یہ وہ شخص ہے۔ جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ایسے غمگین رہے۔ کہ اس کے بعد بارہ سال تک آپ زندہ رہے اس عرصہ میں جب کبھی حضرت خدیجہ کا ذکر فرماتے۔ تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے۔ جب آپ اس کے کسی رشتہ دار کو دیکھ لیتے۔ تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ اور جب ان کی سہیلیوں کو دیکھتے۔ تو بھی آپ بے اختیار ہو جاتے۔ حتیٰ کہ آپ کی دوسری بیویوں میں رشک پیدا ہو جاتا۔ اور حضرت عائشہ فرماتیں۔ کہ آپ اس بڑھیا کو یاد کر کے کیوں اتنا بیتاب ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتیں۔ کہ اس نے کتنی خدمت اور فرمانبرداری میری مشکلات کے وقت میں کی۔ پھر ایک دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے نواسہ پر روئے۔ تو ایک جاہل نے آپ کو کہدیا۔ رسول ہو کر پھر روتے ہیں تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے خدا تعالےٰ نے شقی القلب نہیں بنایا۔ تجھے اگر شقاوت حاصل ہے۔ تو نہ رویا کر؂

ایک دفعہ حضرت عائشہ سخت بیمار ہوئیں۔ اور بیماری کی شدت کے باعث آہ آہ کرنے لگیں۔ تو آپ نے ایک دفعہ تو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن حضرت عائشہ نے ذرا غصہ سے کہا۔ کہ آپ کو کیا۔ میں مر جاؤنگی۔ تو آپ اور شادی کر لینگے اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا۔ اگر تم ایسا کہتی ہو۔ تو میں ہی پہلے مروں گا۔ چنانچہ آپ کا اس وقت کا یہ کہا ہوا پورا ہو گیا۔ اور آپ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا ہمیشہ غم رہا۔ پھر جب حضرت جعفر شہید ہوگئے۔ تو تقریر کرتے ہوئے آپ کی گالوں پر تار تار آنسو جاری تھے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ جعفر شہید ہوگئے۔ اور اب زید نے علم اٹھایا ہے۔ پھر فرمایا۔ اب زید شہید ہوگئے۔ اور یہاں تک کہ پھر سیف من سیوف اللہ نے علم اٹھایا۔ اور دشمنوں کو شکست ہوگئی۔ جب جنگ سے خبر آئی۔ کہ فلاں فلاں شخص شہید ہوئے ہیں۔ تو ان کے رشتہ دار اپنے گھروں میں رونے لگے۔ تو حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ آہ جعفر پر رونے والا بھی کوئی نہیں۔ بعض نادان عورتوں نے حکم سمجھ کر ان کے گھر میں جا کر پیٹنا شروع کر دیا؂

حضرت حمزہ کی شہادت پر برابر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور تھمتے نہیں تھے۔ ان کی وفات کے سالہا سال بعد جب ان کا قاتل وحشی آپ کے سامنے آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو بے شک مسلمان ہے۔ اور میں تجھے معاف کرتا ہوں لیکن میرے سامنے نہ آیا کر۔ میں تجھے دیکھ نہیں سکتا۔ حالانکہ وحشی ہی وہ شخص تھا جو عین لشکر کفار کے قلب میں اس وقت گھس گیا۔ جب کہ باقی فوج پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اور لوگ اس کو بھی پیچھے ہٹنے کے لئے کہ رہے تھے۔ لیکن اس نے کہا۔ کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ جب تک میں حضرت حمزہ کے قتل کے عوض میں کسی بڑے کافر سردار کو نہ قتل کروں گا۔ اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ چنانچہ اس نے اس وقت مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ یہ اس کے ایمان اور اخلاص کا حال تھا۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ میں تجھے نہیں دیکھ سکتا؂

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حال سن لو۔ مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے۔ تو مولوی صاحب نے بار بار حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست بھیجی۔ کہ حضور مجھے اپنی زیارت کرا جائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ کہ میں مولوی صاحب کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس وقت خود دورہ شروع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کمرہ کو بھی چھوڑ دیا۔ جس میں مولوی صاحب کے کراہنے کی آواز آتی تھی پھر ان کی وفات کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہاں جب مولوی صاحب کو موجود نہیں پاتے تھے۔ اور وہ یاد آجاتے۔ تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اور فرماتے۔ کہ مجھے بیماری کا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔

آنسوؤں سے رونا انبیاء سے ثابت ہے

پس آنسوؤں سے رونا اور اظہار غم افسردگی اور اس کا اتنا لمبا اثر جو سالوں تک رہے۔ یہ تو ثابت شدہ باتیں ہیں۔ انبیاء اور ان کے متبعین کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک غم ان کو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے جن کیساتھ ان کا حقیقی جسمانی تعلق ہو اور ایک غم انکو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے۔ جو ان کے ممد و مددگار ہوتے ہیں۔ اور یہ غم بہت عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ اور ان کی یاد پر ہمیشہ ان کے آنسو بہتے۔ اور ان پر رقت کیفیت طاری ہو جاتی ہے؂

انبیاء اور ان کے متبعین احسان فراموش نہیں ہوتے

کیونکہ وہ احسان فراموش نہیں ہوتے۔ ہمارے سلسلہ میں سے ماسٹر عبدالحق فوت ہوئے۔ ان کا ذکر کرتے وقت اب بھی مجھے رقت آجاتی ہے۔ حالانکہ ان کا ایک بیٹا بھی موجود ہے۔ اور وہ ہنس ہنس کر ان کا ذکر کرے گا۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا وہ کام کرتے تھے۔ ایسا کام کرنے والا مجھے آج تک نہیں ملا۔ وہ زندگی وقف کر کے قادیان چلے آئے ہوئے تھے۔ اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام اس تیزی سے کر سکتے تھے۔ کہ میں اردو میں مضمون اتنی جلدی نہیں لکھ سکتا تھا اب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب ان کے قریب قریب کام کر لیتے ہیں۔ مگر گو انہوں نے بھی زندگی وقف کی ہے۔ اور وہ باہر رہتے ہیں۔ اور نہ اس قدر تیزی سے کام کر سکتے ہیں۔

امۃ الحی کی وفات کے صدمہ کو قائم رکھنا میرا فرض ہے

اسی طرح مجھے اب امۃ الحی کی وفات پر جو افسوس اور صدمہ ہے۔ اور میں اپنے فرائض میں سے سمجھتا ہوں۔ کہ اسے قائم رکھوں۔ اور یہ شقاوت ہوگی۔ اگر میں یاد نہ رکھوں۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے میں نے بتایا ہے؂

قوموں کی ترقی کا انحصار عورتوں کی تعلیم پر

کہ میرے نزدیک کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اس کی عورتوں میں تعلیم نہ ہو۔ اور خصوصاً یورپ کے سفر میں میں نے معلوم کیا ہے۔ کہ جب تک عورتیں مردوں کا ہاتھ نہ بٹائیں۔ تب تک وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر ہماری عورتوں میں دینی تعلیم نہ ہو تو ہماری قوم خواہ کس قدر بھی ترقی کرے۔ میں اس ترقی پر فخر نہیں کر سکتا میں نے ان سے جو شادی کی۔ اس وقت میری نیت بطور احسان کے تھی۔ کہ ان کے ذریعے سے بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا۔ کہ خود ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی نکلیں۔ ابتداً میں کبھی سبقوں میں ناغے بھی کر دیتا تھا۔ مگر وہ کہکر اور زور دیکر اپنی تعلیم کو جاری رکھتی تھیں۔ اور اس میں انہوں نے بہت ترقی کی:

امۃ الحی کی تعلیم

وہ قرآن شریف کا ترجمہ اچھی طرح پڑھا لیتی تھیں۔ بلوغ المرام پڑھاتی تھیں اسی طرح اور دینی کتب لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں۔ اور وفات سے چار پانچ روز ہی پہلے مجھ سے مشورہ کر رہی تھیں۔ کہ لڑکیوں کو مشکوٰۃ پڑھانی ہے۔ جس کی قیمت اب بہت بڑھ گئی ہے لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ خریدنے کی استطاعت نہیں۔ اب کیا کیا جائے:

امۃ الحی کو تعلیمی ترقی کا شوق تمام عورتوں سے زیادہ تھا

تو تعلیم کی یہ خواہش جو ان میں تھی۔ وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی عام طور پر عورتوں میں یہ خواہش اس حد تک ہے۔ کہ تہذیب نسواں پڑھ لیں۔ دینی تعلیم کا احساس نہیں۔ ہماری جماعت میں اور بھی عورتیں تو ہیں۔ جو علم رکھتی ہیں۔ اور بعض باتوں میں امۃ الحی سے بھی زیادہ علم رکھنے والی ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں خاص طور پر تعلیم دینی ان میں نہیں پائی جاتی۔ میر محمد اسحاق صاحب کی بیوی بے شک تعلیم کی بہت شائق ہیں۔ لیکن ان کے اندر وہ جنون نہیں جو امۃ الحی کے اندر تھا۔ پھر ان کا وہ اثر بھی نہیں ہو سکتا۔ جو خلیفہ کی بیوی کا ہو سکتا ہے۔ اور وہ میرے خیالات کی ترجمانی بھی نہیں کر سکتیں۔ اس کے بعد حافظ روشن علی صاحب کی بیوی ہیں۔ میری بڑی بیوی بھی پڑھائی میں تو امۃ الحی کے برابر ہیں۔ لیکن بعض روکوں کی وجہ سے کچھ بچوں کی کثرت اور ان کی تربیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے انکو وسیع مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔

عورتوں کے متعلق تاریک پہلو

اور اب میری عمر بھی اس قابل نہیں کہ اور شادی کروں۔ اور اور دس سال تک اس کو تعلیم دوں۔ اور تربیت کروں۔ اس لئے عورتوں کے متعلق مجھے نہایت تاریک پہلو نظر آتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کوئی سامان پیدا کر دیگا۔ مگر اس کے لئے جس دعا کی ضرورت ہے۔ وہ ایک درد اور تڑپ کو چاہتی ہے۔ پس میں نے اپنے غم و درد کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کیا۔ ہاں خدا تعالےٰ کے حضور اس قدر غم و درد کا اظہار کیا ہے۔ کہ جس سے میں یقین کرتا ہوں۔ کہ میری دعائیں عرش کو اس طرح ہلا دینگی۔ جس طرح دردمند شخص کی دعائیں ہلایا کرتی ہیں:

افسوس کی وجہ عورتوں میں تعلیم کی سکیم کا درہم برہم ہو جانا تھی

مجھے جو افسوس اور غم ہوا ہے۔ وہ اس واسطے ہوا کہ مجھے نظر آتا ہے۔ کہ عورتوں میں جو میں نے تعلیم کے متعلق سکیم سوچی تھی۔ وہ تمام درہم برہم ہو گئی۔ یورپ کے سفر میں خاص سکیم تعلیم کی تیار کی تھی۔ اور میں نے ارادہ کیا ہوا تھا۔ کہ واپس جاکر اس سکیم کو جاری کروں گا:

تعلیمی سکیم کو چلانے والے مددگار کی وفات

لیکن انسانوں میں سب سے زیادہ جس ہستی سے مجھے امید تھی۔ کہ وہ اس سکیم کے چلانے میں میری مددگار ہوگی۔ وہ وفات پا گئی ہے۔ تو اب اس کے بعد اس تمام سکیم کے بدل جانیکی وجہ سے مجھے بہت غم تھا۔ درحقیقت انسانوں میں سب سے زیادہ ہستی جس پر مجھے اس تعلیمی سکیم کے متعلق بڑی امیدیں تھیں۔ وہ امۃ الحی تھی۔ اب میری وہ سکیم اس واقعہ کے بعد بدل گئی۔ اور نئے فکر کی اس کے لئے ضرورت پڑی:

بغیر آلات کے کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا

کوئی کام بغیر آلات کے نہیں ہو سکتا۔ روشنی دیکھنے کا کس قدر بھی شوق ہو۔ لیکن اگر آنکھیں نہ ہوں۔ تو یہ شوق پورا نہیں ہو سکتا۔ چلنے کا کتنا شوق ہو۔ لیکن وہ شوق بغیر ٹانگوں کے پورا نہیں ہو سکتا۔ پس جب تک ہتھیار نہ ہوں۔ تب تک کوئی کام نہیں ہو سکتا:

میرے غم کی وجہ

اور میرے اپنے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا۔ اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں۔ وہ ہستی مجھ سے جدا ہو گئی۔ اس وجہ سے مجھے غم ہے۔ ورنہ ایسے انسان کی موت پر بھلا کیا غم ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے اس قدر دعاؤں کا موقعہ ملا۔ اور جس کے لئے آخری حد تک جو تیمارداری ممکن تھی۔ اور میری برداشت کے اندر تھی وہ کی۔ اور اپنی محبت کے اظہار کے لئے دل پر پتھر رکھ کر وہ کام کئے جو دوسرے کے لئے کرنے ناممکن ہیں۔ میں نے بھی اس کے لئے دعائیں کیں اور جماعت نے بھی دعائیں کیں۔ پھر ایک بہت بڑی جماعت نے جنازہ پڑھا۔ اور باہر کی جماعتیں بھی جنازہ پڑھیں گی۔ پھر مقبرہ بہشتی میں مدفون ہو۔ بھلا اتنی خوش نصیبی کس کو نصیب ہے۔

امۃ الحی کی خوش نصیبی

میری ہمشیرہ مبارکہ بیگم نے کہا۔ کہ امۃ الحی تو بڑی ہی خوش نصیب نکلیں۔ جس کے لئے اتنی دعائیں ہوئیں۔ اور اتنے بڑے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی۔ پس اس کی موت پر کیسا غم۔ اور کیسا رونا۔

رونے کی ایک فطرتی وجہ بھی ہوتی ہے

ہاں ایک رونا اپنی طبیعت کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ جو طبیعت مدت تک ایک انسان کے ساتھ رہنے کی عادی ہو گئی ہوتی ہے۔ تو اس عادت کے خلاف ہونے پر ضرور رونا آتا ہے۔ جو ایک طبعی امر ہے۔ لیکن وہ حزن کس طرح ہو سکتا ہے:

حزن کس موقع پر ہوتا ہے

حزن تو گذشتہ چیز پر ہوتا ہے۔ اور میں اگلی چیز کا خیال کرتا ہوں۔ جو آئندہ آنے والی ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ مستورات کی تعلیم اور پھر دینی تعلیم میرے ذمہ ہے۔ اور کامیابی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ اور یہ کون انسان برداشت کر سکتا ہے کہ وہ پوری محنت کرے۔ اور پھر وہ ناکام رہے:

میرے غم کی مشابہت

میرے غم کی مشابہت حضرت یعقوبؑ کے غم سے ہو سکتی ہے۔ میرا واقعہ بھی حضرت یعقوبؑ کی طرح ہے۔ مجھے بھی لوگوں نے کہا۔ کہ یہ تو اس غم میں مر جائیگا۔ جس طرح کہ حضرت یعقوبؑ کو ان کے بیٹوں نے کہا۔ کہ یہ بوڑھا اب اس غم میں ہلاک ہو جائیگا۔ حالانکہ حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی موت کا فکر اور اندیشہ نہیں تھا۔ کیونکہ ان کو خدا تعالےٰ نے بتایا ہوا تھا۔ کہ یوسف ان کو مل جائیگا۔ لیکن ان کے نادان بیٹے نہیں جانتے تھے۔ اور حضرت یعقوبؑ نے بھی ان کو کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں بتایا تھا۔ مگر حضرت یعقوب غم کرتے تھے۔ اور یا اسفیٰ علیٰ یوسف کہتے تھے۔ تو وہ یوسف پر افسوس نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ تو ان بیٹوں کے لئے غم کرتے اور روتے تھے۔ تاکہ یوسف ان کا بھائی جلد مل جاوے اور ان کو معاف کرے۔ اور وہ خدا کی نظر میں منظور ہوں۔ مگر وہ نادان یہی کہتے تھے۔ کہ یہ بڈھا تو بس غم میں مر ہی جائیگا حضرت یعقوب کے متعلق اللہ تعالےٰ نے وھو کظیم کا لفظ فرمایا ہے۔ اور کظیم اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس پر غم کی وجہ سے اس قدر رقت غالب ہو۔ کہ اس کی وجہ سے وہ کلام نہ کر سکے۔ تم میں سے بھی بعض لوگوں نے مجھے یہی کہا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ بس

اب تو یہ اپنی بیوی کے غم میں ہلاک ہو جائیگا۔ ان نادانوں کو یہ علم نہیں۔ کہ میرے پانچ بچے فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک پر میں نے صرف ایک آنسو بہایا تھا اسلئے کہ تا میں شقی القلب نہ ٹھیروں اور اس لئے کہ رسول اللہ بھی اپنے بچے کی وفات پر رو دئے تھے لیکن اس وقت جو مجھ کو افسوس ہوا ہے۔ وہ اس لئے ہے۔ کہ جو سکیم میں نے تیار کی تھی۔ وہ اس طرح درہم برہم ہو گئی ہے۔

حزن نہیں بلکہ غم تھا

یہ حزن نہیں تھا۔ بلکہ آئندہ کے لئے غم تھا۔ اس ایک بچہ کی وفات پر جو میں نے ایک آنسو بہایا تھا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ جب میں بمبئی صحت کے لئے گیا۔ تو وہاں میری لڑکی بیمار ہو گئی اس کی بیماری کی حالت میں میں ایک دن کے لئے کہیں باہر گیا میری عدم موجودگی میں مجھے وہ اس قدر یاد کرتی۔ کہ ابا ابا کہکر مجھے پکارتی۔ اس کی نزع کی حالت تھی۔ اس وقت میں گھر واپس آیا۔ تو دیکھا کہ وہ تڑپتی اور کہتی تھی۔ کیا میرے ابا آگئے اور گھر والوں نے بتایا کہ وہ آپ کے پیچھے آپ کو بہت یاد کرتی اور پکارتی رہی ہے۔ ان حالات کا طبعی اثر میرے قلب پر ہوا۔ اور میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ایک آنسو بہا دیا۔

بچوں کی وفات پر زیادہ اثر نہ ہونے کی وجہ

بچوں کی وفات پر گو میں طبعی اثر سے خالی نہ تھا۔ خدا نے مجھے شقی القلب نہیں بنایا ہے لیکن ایسا اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ مجھے کوئی یقینی علم نہیں تھا۔ کہ یہ دین کے لحاظ سے کیسے ہونگے۔ لیکن یہاں تو ایک وجود کو دس سال تک تربیت کر کے تیار کیا۔ اور اس پر بڑی امیدیں تھیں۔ ایسا وجود ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا جس سے مستورات کی تعلیم و تربیت میں بہت بڑی مدد کی توقع تھی۔ لوگوں کی تو ایسے موقعہ پر عجیب حالت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ

ایک شخص کی حالت اپنے مردہ بچہ پر

ایک شخص کے ہاں یہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اس شخص کی بیوی کو صرف خیال تھا۔ کہ وہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ دایہ کہتی تھی۔ کہ پیدا ہی مردہ ہوا ہے۔ لیکن وہ دونوں میاں بیوی اس بچے کی قبر پر چھ ماہ تک جاتے رہے مگر میں نے اپنے پانچ بچوں پر باوجود طبعی اثرات کے بھی محسوس نہیں کیا۔

میں رویا ہوں اور شدید رویا ہوں

اس میں شک نہیں۔ کہ بعض اوقات میں رویا ہوں اور شدید رویا ہوں۔ حضرت مولوی عبدالکریم کی وفات پر اور حضرت خلیفہ اول رضؓ کی وفات پر۔ صرف اس لئے کہ وہ سلسلہ کے لئے بطور ستون تھے۔ اور ان پر رونا مردوں پر رونا نہیں تھا۔ بلکہ درحقیقت وہ زندوں پر رونا تھا۔ جو ان فوائد سے محروم ہو گئے تھے۔ جو ان وجودوں سے پہنچ رہے تھے۔ اسی طرح میں امۃ الحی پر بھی ضرور رویا۔ لیکن بچوں کے لئے جن کے متعلق میرا خیال تھا۔ کہ ان کے سر پر سے ایک مفید وجود اٹھ گیا۔

امۃ الحی کی وفات کے متعلق پہلے سے اطلاع

اس کی وفات کے متعلق تو مجھے پہلے سے ہی اطلاع ہو گئی تھی۔ تین سال ہوئے۔ کہ میں نے خواب دیکھا۔ کہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئی ہے۔ اور السلام علیکم کہکر کہنے لگی۔ میں جاتی ہوں۔ اور اس کے بعد جلدی جلدی گھر سے نکل گئی۔ میں نے میر محمد اسمٰعیل صاحب کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ تو انہوں نے واپس آکر بتایا۔ کہ وہ بہشتی مقبرہ کی طرف چلی گئی ہیں۔ اسی طرح سفر میں واپسی کے وقت جہاز میں رؤیا دیکھی۔ کہ سمندر کی طرف سے ایک عورت کی نہایت دردناک چیخوں کی آواز آرہی ہے۔ میں نے اس کو وہاں جہاز میں حافظ روشن علی صاحب اور دوسرے دوستوں کے سامنے بیان کیا۔ اور یہ واقعہ قریباً بیداری کا تھا۔ اسی طرح وفات سے دو دن پہلے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب خلیفہ اولؓ تشریف لائے ہیں۔ اور میرے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ ان کا رنگ بالکل زرد ہے۔ آپ نے میرے پاؤں کی جراب کو پکڑا۔ اور فرمایا یہ جراب تو بالکل بوسیدہ ہو گئی ہے۔ پھر اس میں سے ایک تاگا نکالا اور اسے ذرا کھینچا۔ تو وہ بالکل ٹوٹ گیا۔ اور کچھ روئی سی نکل آئی۔ اور فرمانے لگے۔ یہ تو بالکل ہی بوسیدہ ہے۔ دیکھو اسکے تو تاگے بھی اب بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اس کا یہاں علاج نہیں۔ ولایت میں تو اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا۔ کہ وفات کے دن اب بالکل قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب پر بھی اس واقعہ کا اثر ہوا ہوگا۔ جو ان کے زرد رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ جراب سے مراد بیوی ہی تھی۔ جو اس حد تک کمزور ہو گئی تھی۔ کہ اب وہ بچ نہیں سکتی تھی۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ولایت میں ایسی امراض کا علاج ہو سکتا ہوگا۔ یا شائد اس کا کوئی اور مفہوم ہو۔

پھر مبارکہ بیگم نے بتلایا۔ کہ ایک دفعہ میرے آنے سے پہلے اوپر کھڑے ہو کر امۃ الحی نے ایک مصرعہ کہا۔ جس کا مفہوم غالباً یہ تھا ؎

اے بلبل بوستان تو خاموش کیوں ہے

اور مجھ سے کہا۔ کہ میں جب فوت ہو جاؤنگی۔ تو آپ نے اس پر مصرع لگانا۔ مبارکہ کہتی ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ کہ نہیں میں آپ سے پہلے فوت ہونگی۔ میری وفات پر آپ نے اس پر مصرعے جوڑنے ہونگے۔ تو امۃ الحی نے کہا نہیں۔ میں آپ سے پہلے مر جاؤنگی۔ اگر آپ نے پھر ایسا کہا۔ میں پہلے وفات پا ؤنگی۔ میری وفات پر اس مصرع پر ضرور مصرعے لگانے ہونگے۔

آخری حالت میں بھی مایوس نہ تھا

پھر دیکھو میں آخری حالتوں میں بھی بے صبر اور مایوس نہیں ہوا۔ امۃ الحی جب اپنی مرض الموت میں کرب کی وجہ سے کہتیں کہ دعا کرو۔ کہ مجھ کو آسانی کے ساتھ موت آجائے تو میں سختی سے کہتا۔ کہ یہ ایمان کے خلاف ہے۔ کہ میں اس حالت کو نزع کی حالت قرار دے کر خدا تعالےٰ سے مایوس ہو کر یہ دعا کروں کہ تجھ پر موت آئے۔ اور یہ گھڑیاں اس صورت میں آسان ہوں بلکہ میں نزع کے وقت بھی یہ دعا کرتا تھا کہ خدا ان کے کرب کو دور کر دے۔ بھلا اتنا تو سوچو۔ کہ میں اگر بے صبرا ہوتا۔ تو اتنی باتوں کے ہوتے ہوئے۔ اور اس علم کے باوجود جو مجھے دیا گیا تھا۔ کیوں سفر اختیار کیا۔

باوجود ایک بیوی کی وفات کے علم کے میں نے سفر اختیار کیا

مجھ کو یہ علم بھی تھا۔ کہ میری ایک بیوی میرے پیچھے فوت ہو جائیگی۔ مگر میں نے سفر کو ملتوی نہیں کیا۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل تھا۔ کہ اس نے میرے آنے تک اس واقعہ کو مہلت دیدی۔ ورنہ میں تو یہاں سے یہی اعلان کر کے گیا تھا۔ کہ میرے اس سفر میں بہت سے ابتلاء مقدر ہیں۔ جن سے مجھے اللہ تعالےٰ نے اطلاع دی ہوئی ہے۔ لیکن میں وہ ظاہر نہیں کرتا۔ مجھے یہاں سے چلتے وقت بھی علم تھا۔ کہ میری دو بیویوں میں سے ایک مر جائیگی باوجود اس علم کے پھر بھی میں نے اسلام کی خاطر یہ لمبا سفر اختیار کیا۔ اگر بے صبرا ہوتا۔ تو آپ بیٹھ جاتا اور کہتا۔ کہ جاؤ مضمون پڑھ دو۔ اگر علم ہوتے ہوئے اور احساس رکھتے ہوئے۔ کہ دو میں سے ایک کی موت مقدر ہے۔ اور میں جانتا تھا کہ منذر رؤیا اگر بیان کر دی جاوے۔ تو واقعہ ہو جاتی ہے۔ میں نے اسلام کے لئے اس سفر کو ملتوی نہیں کیا۔ تو کیا اب وفات پر مجھے اس رنگ کا صدمہ ہو سکتا تھا۔ جو ایک دنیا دار کو ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں۔ کہ اگر وہ شقی القلب نہ ہوں۔ اور میرے جیسے انکے احساسات ہوں۔ اور ان کو وہ علم ہو۔ جو مجھے علم تھا۔ پھر ان کو اسلام کے لئے کہا جاوے۔ کہ فلاں جگہ سفر کو جاؤ۔ تو وہ سفر اختیار کرینگے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔ جو ایسی حالت میں ایسا سفر اختیار کرے۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا۔ بلکہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک جگہ جانے کا حکم دیا۔ اس وقت ناصر احمد کو نمونیہ تھا۔ اور ڈاکٹر کہتے تھے۔ کہ وہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔ لیکن میں حضرت خلیفہ اول سے اس کی بیماری کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ تا کہ کسی عذر

کا موجب نہ سمجھا جاوے۔ اور میں خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے سلسلہ کی ضرورت کے لئے حکم پا کر سفر پر چلا گیا۔

میری اور تمہاری مثال

تمہاری اور میری مثال تو اس شخص کی سی ہے۔ کہ جو کسی کے گھر میں اپنا مال رکھے۔ جب بیٹھ جاوے۔ تو وہ گھر والا شور مچا دے۔ چور ہے۔ چور ہے۔ اسی طرح میں نے اس وقت جو درد محسوس کیا۔ اور جس افسوس کا اظہار کیا۔ وہ میرا افسوس اور درد مردوں کے لئے نہیں۔ بلکہ زندوں پر ہے۔ مجھے تمہاری ترقی کی فکر ہے۔ اور اس کے لئے جو ایک ذریعہ ہو سکتا تھا۔ وہ جاتا رہا۔ اس پر بھی تمہاری یہ حالت ہے۔ کہ الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔ اور تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ میں مرنے والی پر رو رہا ہوں۔ اور تم مجھے صبر کی تعلیم دیتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں تمہیں صبر کے معنے ہی معلوم نہیں۔

صبر کے معنی

تم یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ صبر کیا چیز ہے۔ ایک چیز موجود ہو۔ پھر انسان اپنے جذبات کو قابو میں رکھے۔ تب صبر کہلائے گا۔ دل میں جرأت ہو۔ ہاتھ میں طاقت ہو۔ پھر تھپڑ کھا کر چپ رہے۔ تو وہ صبر اور عفو کہلائے گا۔ نہ یہ کہ مقابلہ کی طاقت ہی نہیں۔ اور کہدے کہ میں نے بڑا صبر دکھایا ہے۔

اب سنو کل کا خطبہ اس کے پہلے حصہ میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی مجھے وفات کا خیال نہیں آیا۔ صرف ایک مثال پر آیا۔ وہ بھی ایک سیکنڈ کے لئے آیا تھا۔ اور اس وقت مجھے بیشک رونا آیا۔ لیکن وہ رونا ان مُردوں کے لئے نہیں تھا۔ جو قبروں میں پڑے ہیں۔ بلکہ وہ ان مُردوں کے لئے تھا۔ جو میرے سامنے بیٹھے تھے۔ میرے آنسو یورپ کے مردوں پر تھے جن کے لئے میں سمجھتا تھا۔ کہ مرحومہ میری سکیم میں مددگار ہوگی۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے۔ کہ وہ جب کبھی قبرستان میں گذرتے تو منہ پر کپڑا ڈال دیتے۔ اور جب بازاروں میں گذرتے۔ تو ایسا نہ کرتے۔ ایک شخص نے ان کی یہ حالت دیکھکر کہا۔ کہ یہ کیا الٹی بات آپ کرتے ہیں۔ تو اس بزرگ نے کہا۔ کہ تجھے وہاں زندے نظر آتے ہیں یہاں قبرستان میں مردے نظر آتے ہیں مجھے وہاں مردے نظر آتے ہیں۔ اور یہاں زندہ نظر آتے ہیں۔ پس میں جو رونا تھا تو وہ ان زندوں کے لئے نہیں روتا تھا۔ جو قبروں میں ہیں۔ بلکہ تم مردوں کے لئے روتا تھا جو دنیا میں میرے سامنے ہو۔ تمہیں معلوم ہی نہیں۔ کہ مردہ کون ہے۔ اور زندہ کون ہے تم مردہ اس کو سمجھتے ہو۔ جو دنیا میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا نہ ہو۔ اور زندہ اس کو سمجھتے ہو۔ جو چلتا پھرتا۔ اور خوب کھاتا پھرتا ہو حالانکہ وہ مردہ وہ ہے۔ جو کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہو۔ لیکن اس کے دل میں خدا کی یاد نہیں۔ ایک انسان جس کی روحانیت اور اخلاق بگڑے ہوئے ہیں۔ جس کے اندر ایمان نہیں وہ مردہ ہے۔ اور جس کے اندر یہ باتیں ہوں۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ تمہارا چلنا پھرنا اور کھانا پینا یہ کوئی زندگی نہیں۔ زندگی تو احساس کو کہتے ہیں۔ کیا انجن کو کوئی زندہ کہہ سکتا ہے مشینوں کو زندہ کہتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی تو چلتے ہیں۔ انہیں اس لئے زندہ نہیں کہتے۔ کہ ان میں احساس نہیں۔ زندگی احساس کا نام ہے۔ اگر تمہارے اندر احساس ہے۔ تو تم اگر کروڑوں من مٹی کے ڈھیروں کے نیچے بھی ہوگے۔ تو بھی زندہ ہی رہوگے۔

رسول کے اندر بھی وہ احساس ہی کام کرتا تھا اور اس احساس کی وجہ سے آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ کے سینہ سے اس طرح رونے کی آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے۔ اس زمانہ میں تو جذبات کا اظہار کر لیا کرتے تھے۔ لیکن آج اس قسم کا زمانہ ہے۔ کہ ہمیں اپنے جذبات کو دبانا پڑتا ہے۔ نماز میں رقت آتی ہے۔ تو اسے دبا جاتے ہیں۔

پس میرے دل پر صدمہ ہے۔ کہ تم میں ابھی تربیت کے آثار نظر نہیں آتے۔ جب تک مجھے یہ تسلی نہ مل جائے۔ کہ بوجھ اٹھانے والے اور سنبھالنے والے لوگ موجود ہیں۔

بعض لوگوں کو میرے متعلق خوابیں آئی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ میری بیوی کے متعلق ہوں۔ کیونکہ بیوی بھی مرد کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ پس میرے غم اور میرے رونے کی وجہ تمہاری حالت ہے۔ تمہاری حالت کو دیکھ کر مجھ پر جنون کی حالت طاری ہوتی ہے۔ کہ تمہارے اندر ابھی وہ قوت و طاقت نہیں کہ جس کے ساتھ تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکو۔ تم میں وہ وجود نظر نہیں آتے۔ کہ دوسروں کے لئے اپنے دل میں درد پیدا کر سکیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ تمہارے اندر رقت پیدا کرے۔ قربانی کا جوش پیدا کرے۔ باہم محبت پیدا کرے۔ یعنی اپنے اندر اخلاص محبت دین کے لئے قربانی اور خدا سے محبت اور اس کی خشیت پیدا کرو۔

دوسری وجہ میرے غم کی یہ ہے۔ کہ میں اب آئندہ کے متعلق بھی خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بجلی چمکنے پر بہت گھبرائے پھرتے ہیں۔ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ بجلی چمکنے پر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ بچے ہی بجلی سے ڈرا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے ڈر آتا ہے۔ کہ کہیں یہ عذاب کا نشان نہ ہو۔ اور قوم پر عذاب نہ آ جائے۔

اب ان تین ماہ کے اندر ہمارے خاندان سے چار آدمی فوت ہو گئے ہیں۔ یہ موتیں کبھی رحمت کا موجب ہوتی ہیں اور کبھی عذاب کا موجب ہوتی ہیں۔ مجھے کیا علم ہے۔ یہ کس بات کا باعث ہے۔

پس میری تو یہ حالت ہے۔ کہ میں ہوا کا رخ دیکھتا ہوں اور تم آندھیوں میں اُڑتے پھرتے ہو۔ اور تمہیں احساس تک نہیں۔ تمہاری مثال اس شخص کی ہے۔ جو کہ ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ جائے۔ یا کسی مکان کے نیچے آ جاوے۔ بدن چور چور ہو۔ مرنے کے قریب ہو۔ مگر اس پر بھی یہ کہے۔ کہ کون گر گیا ہے۔ یا کون دب گیا ہے۔

339

پس تمہیں تو گر کر بھی حس نہیں ہوتی۔ اور میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور میں خدا سے ڈرنے پر فخر کرتا ہوں۔ میں کسی انسان سے نہیں ڈرتا۔ میں خدا کے افعال اور اس کے اشاروں سے تاڑتا ہوں۔ اور تم اس کے افعال سے کبھی کچھ نہیں سمجھتے۔ دیکھو جب حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق خدا کی طرف سے علم دیا گیا۔ تو آپ کرب کی وجہ سے گھنٹوں ٹہلا کرتے۔ اور اسی وقت سے بچوں تک کو استخارہ اور دعاؤں کے لئے کہتے۔ مجھے بارہا بلا کر کہتے۔ کہ محمود! متواتر الہام وفات کے ہو رہے ہیں۔ یہی حال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تھا جب سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ لوگوں نے کہا۔ کہ بڈھے کو کیا ہو گیا۔ یہ تو انعام ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا۔ تم نہیں جانتے۔ یہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جدا ہونے کی خبر ہے۔ انعام نہیں۔ پس جب تک تم چھوٹے چھوٹے اشاروں سے نہ سمجھو۔ انعام الہی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح نبی کریم کا حال تھا۔ پس کیا حضرت صاحب تمہاری شکلوں کو دیکھنے کے لئے دنیا میں اور زندہ رہنا چاہتے تھے۔ اور گھبراتے تھے۔ کہ یہ صورتیں میری نظروں سے غائب ہو جائیں گی۔ کیا تم انہیں خدا سے زیادہ محبوب تھے۔ تم بھی کبھی خدا کے قرب اور تقویٰ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک تم چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے اندر خشیت پیدا نہ کرو۔ اور پھر اس کے ساتھ ہمت نہ ہو۔ میں اپنے گھر کے عزیزوں کو بھی کئی دنوں سے یہی کہہ رہا ہوں۔ کہ وہ سب ان دنوں میں استغفار اور دعائیں کریں تا خدا تعالےٰ ان پر ظاہر فرما دے کہ یہ واقعات کیا نتیجہ پیدا کرنے والے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ ہمت کو نہ چھوڑ بیٹھیں۔ اور مایوس نہ ہوں۔ خوف اور رجا اندر اپنے ایمان رکھیں۔ پس یہ وجہ تھی۔ اس درد و غم کی اور ان اندر تو ان دنوں تمہارے لئے دعاؤں کے واسطے ایک جوش تھا اور میرا دل پگھلا ہوا تھا۔ اس درد اور غم میں میں تمہاری دعاؤں میں لگا ہوا تھا۔ لیکن تمہاری حالت نے میرے دل میں ... پیدا کر دی ہے۔

میرے اندر گداز کی حالت

میرے اندر اس درجہ گداز کی حالت تھی۔ کہ ممکن نہ تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

وقت اور موقعہ سے فائدہ اُٹھاؤ

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۴ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مبارک دن اور مبارک ساعت

آج جمعہ کا دن ہے۔ اور اس دن کا بھی وہ حصہ ہے۔ کہ جس میں دعائیں خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہیں۔ یہ وہ وقت اور وہ گھڑی ہے۔ کہ جس گھڑی اور ساعت میں تمام دنیا کے ہر علاقہ کے لوگ اپنے اپنے کاموں اور اپنے اپنے شغلوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت اور ایسی گھڑی میں جبکہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں اور شغلوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ایسے مصروف اور منہمک ہیں۔ کہ ان کو کسی اور طرف توجہ بھی نہیں ایسے وقت میں ایک مومن دنیا سب کچھ بھلا کر محض اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی بزرگی اور اس کا جلال اسکی عظمت اور اسکی شوکت ظاہر ہو اسکے مقدس مقام میں حاضر ہوتا ہے۔ تاکہ سب ملکر اپنی عبودیت اور بندگی کا اقرار کریں۔ اور اس کے فضلوں اور اس کے احسانوں کا جو کہ رُوحانی اور جسمانی طور پر اس کی طرف سے اُن پر ہوئے شکریہ ادا کریں ؛

اہل دُنیا کا شغل

یہ وہ وقت ہے۔ کہ باقی دُنیا تو لہو ولعب ہنسی اور کھیل میں مشغول ہے۔ وہ لوگ جو گورنمنٹ کے ساتھ کسی نہ کسی ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک عرصہ سے ان چھٹیوں کا انتظار کر رہے تھے اس وقت وہ ان تعطیلوں کا حظ اور لطف اُٹھا رہے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کو اپنی بیوی بچوں کے ملنے کی انتظار تھی۔ وہ ان کی ملاقات سے اس وقت خوش ہو رہے ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جنھوں نے اپنے ضروری کاروبار اس وقت پر چھوڑ رکھے تھے۔ وہ اپنے ضروری کاروبار میں مصروف ہیں۔ اور دوکاندار اپنی تجارت اور سوداگری میں مشغول ہیں۔ غرض ہر ایک اپنے مقصد کو حاصل کرکے خوش ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ اس اچھے دن کا میں نے بڑا نفع حاصل کیا۔

لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو ان تمام لذات سے مُنہ پھیر کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کی بندگی اور پرستش کے لیئے اس کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ یہ وہ وقت اور یہ وہ گھڑی ہے۔ کہ لاکھوں گاؤں اور قصبوں کے لوگ ان چھٹیوں سے اپنے اپنے رنگ میں جسمانی فوائد اور نفسانی حظ اُٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ یا عیسائیوں کے ملکوں اور حکومتوں میں رہنے کے سبب ان ایام سے لطف اور حظ اُٹھانے کا موقعہ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ کوئی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ملنے کے لئے جا رہا ہے۔ کوئی اپنی بیوی کے شوق میں اور کوئی اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کی ملاقات کی غرض سے خوش خوش جا رہا ہے۔ غرض اس وقت وہ سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں دینی اور دنیوی فوائد اور قریب کے نفع حاصل کرنے کی خوشی میں مست اور سرشار ہیں۔ لیکن ایسے وقت میں جبکہ لوگ اپنی لذتوں اور اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں ہمہ تن مصروف اور مشغول ہیں ایک جماعت ہے۔ جو اپنی تمام لذتوں کو ترک کرکے اور اپنی تمام خواہشات کو پامال کرکے گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن ہو کر سفر کی صعوبت اور اس کچی سڑک کی تکلیف اور موسم کی سردی برداشت کرکے اور اپنے عزیز اموال کو خرچ کرکے اپنی لذتوں اور نفعوں پر لات مار کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے تاکہ اس کی بزرگی اور جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ اس مقدس مقام قادیان میں حاضر ہوئے ہیں۔

قادیان اس زمانہ میں اُم القریٰ ہے

پس یہ دن ایک بزرگ دن ہے۔ اور یہ گھڑی ایک مبارک گھڑی ہے اور یہ مقام نہایت مبارک مقام ہے۔ اور جمعوں میں سے یہ مبارک جمعہ ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت کے اظہار کے لئے اور اس لئے کہ اس کے دین کی حفاظت ہو اس مقدس مقام کی طرف اس جماعت نے ایسے وقت میں اور ایسی حالت میں رُخ کیا۔ جبکہ لوگ بڑے شوق سے اپنی اپنی لذتوں۔ اور اپنی اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ مقام وہ مقام ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے تمام دنیا کے لئے ماں کے طور پر بنایا ہے۔ اور اسکو تمام جہان کے لئے اُم قرار دیا ہے کہ ہر ایک فیض دُنیا کو اسی مقدس مقام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلئے یہ مقام خاص اہمیت رکھنے والا مقام ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس مبارک اجتماع اور اس مبارک دن سے جو آنیوالے عظیم الشان دنوں کا مقدمہ ہے۔ قدر کریں۔ اور پورا فائدہ اٹھائیں۔

ہمارا فرض

جب ہم نے ہر ایک لذت اور ہر ایک آرام کو ان ایام کے عظیم الشان نفع کے لئے قربان کر دیا۔ تو پھر ہماری تمام تر توجہ اسی امر کی طرف ہونی چاہیئے کہ ان دنوں کے اجتماع سے بڑے سے بڑے نفع ہم حاصل کریں جو عقلمند ہوتا ہے وہ اپنے کسی کام کو رائگان نہیں جانے دیتا۔ بلکہ وہ وقت اور موقعہ کو غنیمت جانکر اپنے کام کو نقصان سے بچاتا ہے۔ پس جب آپ لوگ اپنی جانوں کو تکلیف میں ڈالکر اپنی خواہشوں اور لذتوں سے الگ ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور باوجود اس مبارک اجتماع اور اس نادر موقعہ کے حاصل ہونے کے اگر آپ لوگ ان برکات اور فیوض سے اپنے آپکو محروم کر دیں جو اس مبارک اور مقدس مقام اور اجتماع کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تو پھر آپکی مثال ایسی ہی ہوگی کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

وقت اور موقعہ کی قدر کرو

پس اے عزیزو! اور اے دوستو! جو ان دنوں اس مقدس مقام اور مبارک جمعہ اور مبارک گھڑی اور مبارک تقریب پر جمع ہوئے ہو۔ تم خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اس کے جلال کے اظہار کے لئے اس وقت کی قدر کرو تاکہ آپ پر اور آپ کی نسلوں پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور تاکہ جس طرح دنوں میں سے اس نے اس دن کو چنا اور اس تقریب کو چنا اور اس مبارک مقام کو چنا اسی طرح خدا تعالیٰ تم کو بھی چن لے اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لے۔ اور جس طرح اس نے تم کو اپنی بزرگی اور اسلام کے نام کے لئے ایک مقام پر جمع کیا اس کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی بزرگی اور اس کے جلال کیلئے تم کے لئے تمام دنیا اور تمام ملکوں کے لوگ اس کی بزرگی اور اس کے جلال کے اظہار کے لئے ایک جگہ جمع ہوں۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو پسند کیا اسی طرح خدا تعالیٰ ان سب کو اپنی پسندیدہ قوم بنائے۔ اور جس طرح یہ گھر خدا کا گھر ہے۔ اسی طرح تم سب کو اس گھر کے آدمی بنائے۔ پس اس مدعا کے حصول کے لئے ان دنوں اور وقتوں کو بلکہ منٹوں اور سیکنڈوں کو خدا کی رضا میں اور اسکی مشیت کے پورا کرنے میں صرف کرو۔ اور ایک ایک منٹ اور ایک ایک سیکنڈ کو غنیمت جانو ؛

خدا کا فضل اور اس کا احسان

یہ اس کا احسان ہے، کہ اس نے اپنے دین کی خدمت تم کو عطا کی۔ ادھر ادھر پھر کر یونہی وقت ضائع نہ کرو۔ اور غنیمت جانو کہ یہ دن اور یہ موقعہ ایک دفعہ پھر تم کو حاصل ہو گیا اس لئے سب ملکر عبادت الٰہی اور دعاؤں میں حصہ لیکر خدا کے جلال کو ظاہر کرو۔ کیونکہ یہ موقعہ اور یہ دن خدا تعالیٰ کی نصرتوں اور برکات کے نزول اور قبولیت دعا کے دن ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ید اللہ علی الجماعۃ کہ خدا کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہوتا ہے پس یہ وہ موقعہ ہے کہ مختلف شہروں اور مختلف علاقوں اور مختلف ممالک کے دوست یہاں جمع ہیں۔ پس یقیناً خدا تعالیٰ کا ہاتھ آپ کے سر پر ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ اس قدر آپکے قریب ہے، تو آپ زیادہ سے زیادہ ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں کسی کو کیا معلوم کہ اگلا جلسہ اسکو نصیب ہوتا ہے یا نہیں اور یہ بابرکت موقع اس کو پھر بھی میسر آتا ہے یا نہیں۔ الا ان یشاء اللہ اسلئے ہمارا فرض ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے۔ اسکو فراموش نہ کریں۔ اور عقل و دانش کا یہ تقاضا ہے کہ ان گھڑیوں سے فائدہ اٹھایا جائے اسلئے خدا تعالیٰ کی باتوں کو توجہ سے سُنو اور دوسروں کو سناؤ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو سب دنیا کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

ہمارا سہارا صرف خدا ہے

دنیا کی کوئی قوم ہماری مددگار نہیں۔ پس آپ خدا سے دعائیں کریں۔ کہ وہ ہمارا ہو جائے۔ جب وہ ہمارا ہو جائے تو کسی قوم کی عداوت ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالےٰ کے انبیاء کی بہت بڑی شان ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے حضور انکساری اور خشوع و خضوع میں ان کے برابر کوئی نہیں ہوتا۔ اور خدا تعالےٰ کی ان پر نظر ہوتی ہے۔ لیکن قرب کے مقام پر پہنچتے ہوئے بھی انہیں حضرت مسیح موعود نے اور دوستوں کو ہینڈری مارٹن کلارک مقدمہ کے دوران میں دعا کے لئے فرمایا۔ وہاں مجھے بھی دعا کے لئے ارشاد فرمایا اس وقت میری عمر دس سال کی تھی۔ اور یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ مذہب کا بھی کوئی ایسا احساس نہیں ہوتا۔

حضور کے بچپن کی رؤیا اور الہام

میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں پولیس کے لوگ جمع ہیں۔ اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ پاتھیوں کا (اوپلوں کا) ڈھیر ہے۔ جس کو وہ آگ لگانا چاہتے ہیں۔ لیکن جب بھی وہ آگ لگاتے ہیں۔ آگ بجھ جاتی ہے۔ تب انہوں نے کہا۔ کہ اوتیل ڈال کر پھر آگ لگائیں۔ تب انہوں نے تیل ڈالا۔ لیکن پھر بھی آگ نہ لگی۔ اس وقت میری نظر اوپر کی طرف گئی۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ ایک لکڑی پر موٹے الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ خدا کے بندوں کو کوئی نہیں جلا سکتا۔ پس اگر خدا ہمارا ہو جائے اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے۔ تو دنیا ہزار روکیں ہماری راہ میں پیدا کرے۔ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتی۔ اور اگر خدا تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو دنیا کی بادشاہتیں اور حکومتیں بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔

ماں کی گود میں بچے کا حوصلہ

اس وقت ہماری مثال ایک بچے اور اس کی ماں کی مثال ہوگی۔ کہ وہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھ کر دل میں کسی کا بھی خوف و خطرہ نہیں رکھتا۔ اس کو اپنی ماں پر ایسا ناز اور ایسا گھمنڈ ہوتا ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی چھیڑے۔ تو وہ جھٹ کہہ دیتا ہے۔ کہ میں اپنی ماں سے کہہ دوں گا۔ اس وقت ایک بادشاہ بھی اس کو ڈرا نہیں سکتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا اپنی ماں پر ایسا گمان سچا ہے یا جھوٹا۔ مگر اس کے نزدیک جو کچھ ہے اس کی ماں ہی ہے۔ جس کی شہ پر وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ حالانکہ بعض وقت اس کی ماں اس گھر کی نوکر اور خادمہ ہوتی ہے۔ پس جب ہم اپنے مولےٰ کی گود میں آجائینگے جو کہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو پھر ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہم فوراً کہہ دینگے۔ کہ اگر ہمیں چھیڑا۔ تو ہم اپنے مولےٰ سے کہہ دینگے ؛

حضور کی دعا

پس میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ہمیں اپنی عظمت اور اپنے جلال اور اپنی بے انتہا قدرتوں کا مظہر بناوے۔ اور اس کی شان اور عظمت تمام دنیا اور اس کے ہر ہر گوشہ میں ظاہر ہو۔ اور خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اس کے لئے اور اس کے دین کی خاطر اپنا سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیں اور ہماری نسلوں کو بھی توفیق عطا فرماوے۔ اور کوئی وسوسہ ہمیں اس سے جدا نہ کر سکے۔ وہ ہمارا ہو جائے اور ہم اسکے ہو جائیں۔ اللھم آمین۔ میں اس امر کا بھی اعلان کرتا ہوں۔ کہ اس سفر کے دوران میں اور اس کے بعد بھی بعض صدمات مجھ کو اور جماعت کو پہنچے ہیں۔ جو ایک حیثیت سے تمام جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ موتیں ہیں۔ جو اس تھوڑے سے عرصہ میں واقعہ ہوئی ہیں۔ میں ان تمام دوستوں کا نمازیں جمع کرنے کے بعد جنازہ پڑھوں گا۔ اور اپنی بیوی مرحومہ کا بھی جنازہ پڑھوں گا کیونکہ عورتوں کا بھی حق ہوتا ہے۔ اور مجھ پر تو ان کا بہت بڑا حق ہے۔ جس کو میں کسی طرح بھی بھلا نہیں سکتا اس لحاظ سے بھی کہ وہ استاذی المکرم حضرت خلیفہ اوّل کی لڑکی تھیں۔ اسی طرح جماعت کے بڑے بڑے آدمیوں نے وفات پائی ہے۔ میر صاحب ہیں۔ میر محمد سعید صاحب اور جماعت لیگاس کے پریذیڈنٹ اور سیلون کے سیکرٹری اور شیخ فضل کریم صاحب وہ بھی نہایت مخلص آدمی تھے۔ ان سب کا اور اپنے گھر والوں کا بھی میں نماز کے بعد جنازہ پڑھوں گا۔ تاکہ سب دوست دعا میں شریک ہو جائیں ؛

یادِ رفتگان

مخدومہ مکرمہ حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ جن کے وجود کے ساتھ ہماری آدھی جماعت کی یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رض کی طرح ہماری تمام مستورات کی اصلاح بلکہ نسلوں کی اصلاح کی امیدیں وابستہ تھیں۔ کیونکہ اولاد کی اصلاح کا دارومدار ماؤں کی اصلاح پر منحصر ہوتا ہے۔ ان کی وفات حسرت آیات کا دلخراش صدمہ اٹھانے کے بعد احباب الفضل میں جناب حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب سیالکوٹی کی وفات کی خبر پڑھ چکے ہیں۔ جو اپنے انتقال پر ملال سے ہماری افسردگی اور ہمارے غموں پر اور اضافہ کر گئے۔ اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ۔ مرحوم حضرت صاحب کے سفر یورپ سے واپسی سے پہلے قادیان میں ہجرت کر آئے تھے آپ سیالکوٹ کے مشہور اور معزز خاندان میں سے تھے مرحوم کا بڑا قوی حافظہ تھا۔ اور استدلال نہایت بارِیک اور گفتگو نہایت مدلل اور معقول تھی ۱۹۰۲ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تھی۔ مخالفین نے ہر طرح سے ان کو ستایا اور مقدمات پر مقدمات کئے۔ مگر خدا تعالےٰ نے ان کی ہمت اور استقامت کی وجہ سے ایسے غیبی سامان پیدا کئے۔ کہ ہر دفعہ دشمن ناکام رہے۔ اور پھر خلافت ثانیہ کے وقت میں جب کہ مولوی مبارک علی صاحب نے خلافت سے روگردانی کی اور سید حامد شاہ صاحب جیسے بزرگ کو تامل ہوا۔ ایسے وقت میں وہ مخالفین کے سینہ سپر ہوگئے۔ اور اس طرح ان کو دوہری خدمت اور دوہری قربانی کا موقعہ ملا۔ مرحوم نہایت غیور تھے۔ احمدیت کی وجہ سے پیری مریدی کا سلسلہ تو رہا نہیں تھا۔ ہزاروں کی جو جائداد تھی۔ وہی فروخت کر کے کھاتے رہے۔ اور کسی دوسرے پر بار نہیں ہوئے کیونکہ وہ مولویوں کی عام کمزوری سے بالکل پاک تھے۔ مرحوم کو خاکسار سے خاص محبت تھی۔ وفات سے ایک روز پہلے مجھے بلوایا اور فرمایا۔ کہ مومن کو خدا تعالےٰ مرنے سے پہلے موت کا احساس کرا دیتا ہے۔ کفن دفن اور دعا میں مجھے شرکت کی وصیت فرمائی اور غسل کے متعلق ارشاد نبوی یاد دلائے۔ الحمد للہ کہ مجھے خدا نے توفیق دی۔ اور غسل بھی میں نے اپنے ہاتھ سے دیا۔ مرحوم کا جنازہ بعد نماز ظہر حضرت اقدس نے باوجود علالت خود آکر پڑھایا اور چارپائی کو کندھا دیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں ان کو خاص جگہ حضرت اقدس کے قرب میں دفن کیا گیا۔ مرحوم اپنا مکان اور مسجد انجمن کے نام وصیت کر گئے ہیں۔ تمام احباب مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا کر کے ان کے لئے دعاءِ مغفرت فرماویں۔

ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے متعلقین اور جماعت سیالکوٹ سے دلی ہمدردی ہے۔ مرحوم نے اپنی طرف سے جماعت سیالکوٹ کے شکریہ ادا کرنے کی بھی مجھے وصیت کی تھی۔ خصوصاً ماسٹر عزیز دین صاحب کے مرحوم از حد مشکور تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جس طرح بچے کو ماں سنبھالتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے مجھے سنبھالا تھا۔ ہر طرح میری مدد کی۔ اسی طرح بابو روشن دین صاحب کا بھی آپ نے بہت بہت شکریہ ادا کیا ؛ (جمال احمد)

اطلاع

چونکہ اندر ہی اندر شیعہ تحریک زیادہ ہو رہی ہے۔ اور وقت پر سنی بھی اکثر شیعہ بن جاتے ہیں جس سے صحابہ کرام کی خدمات پر جن کی بدولت آج ہم اسلام کی نعمت سے مالامال ہو رہے ہیں۔ پردہ پڑتا ہے۔ میں نے فضیلت اصحاب رسول اور ازواج مطہرات پر مبسوط مضمون لکھا ہے جو قابل توجہ شیعہ صاحبان" کے عنوان کے ماتحت الحکم میں شائع ہو رہا ہے احباب ضرور مطالعہ فرما کر فائدہ اٹھائیں۔ پہلا نمبر الحکم مورخہ ۲۱ دسمبر میں شائع ہو چکا ہے ؛ (خاکسار حافظ جمال احمد)

اشتہارات

اشتہار بموجب زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ بنام مدعا علیہ

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب

سب جج درجہ چہارم

دوکان امیر چند۔ سادھو رام ٹاہلا رام بذریعہ امیر چند ولد کیول رام ذات دہر مڑہ۔ سکنہ چک ۱۸۴ تحصیل شور کوٹ۔ مدعی بنام سٹھا مدعا علیہ

دعویٰ ......۸۰ روپے بہی کھاتہ

اشتہار بنام سٹھا ولد راجہ ذات کراڑ سکنہ چک ۴۸/۷۸ تحصیل خانیوال

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ اس واسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی تمہارے نام جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مورخہ ۸ ماہ جنوری ۱۹۲۵ء کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی کرو۔ ورنہ تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے برخلاف کارروائی یک طرفہ کی جاوے گی۔ تحریر ۱۴/۱۲/۲۴

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی،

بعدالت باوا نرنجن سنگھ صاحب بی۔ اے

ایڈیشنل سب جج درجہ چہارم۔ انبالہ

عبدالرحیم ولد بخشا قصاب۔ سکنہ قصبہ ساڈھورہ مدعی

بنام

زائر حسین ولد سید امیر اللہ ذات سید ساکن قصبہ ساڈھورہ تحصیل نرائن گڑھ مدعا علیہ

دعویٰ دلاپانے مبلغ ۱۳۳ اصل و سود بر روئے تمسک ۱۹۱۹ء

مقدمہ مندرجہ عنوان میں درخواست مع بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ لہذا اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی برخلاف مدعا علیہ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مذکور مورخہ ۹ر جنوری ۱۹۲۵ء کو اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ مذکور کرے۔ ورنہ اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی آج بتاریخ ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۴ء بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم مہر عدالت

نہایت مفید گولیاں

جو نہایت ہی احتیاط اور محنت سے طبی اصول کے مطابق تیار کی جاتی ہیں۔ عام کمزوری۔ ضعف دماغ۔ اور ضعف باصرہ کے لئے از بس مفید ہیں۔ ان کے استعمال سے بدن میں چستی۔ اعصاب میں تقویت۔ طبیعت میں فرحت اور خون صالح کی پیدائش میں غیر معمولی افزونی ہوتی ہے۔ اور خاص کر بوڑھوں اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ ان کے اجزا میں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو کسی مذہب کے احکام کے خلاف ہو۔ مرد۔ عورت۔ دونوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔ اور اعضاء رئیسہ کی طاقت کو بحال کرتی ہیں۔ اگر پچاس گولیوں کے استعمال تک کافی فائدہ نہ ہو۔ تو قیمت واپس دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ یوں تو چند گولیاں بھی اپنا اثر دکھلانے میں کامیاب رہتی ہیں۔ ایک دفعہ آزما کر دیکھ لو۔ کہ ایمانداری کے ساتھ اعلان کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔

نوٹ (۱) سالم بکس پچاس گولیوں کی قیمت پانچ روپیہ ہے خرچ ڈاک و پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا

(۲) جو شخص دو بکس (۱۰۰ گولی) یکمشت منگائے گا۔ اس سے رعایتی قیمت آٹھ روپیہ لی جائے گی۔ پرچہ ترکیب ہمراہ دوائی ہوگی۔

المشتہر

خاکسار: میرزا حاکم بیگ احمدی۔ موجد تریاق چشم گڑھی شاہ دولہ صاحب گجرات (پنجاب)

ملازمت

سلور فاؤنٹین پین

یہ قلم نہایت خوبصورت یعنی چاندی کا ہے اس میں سونے کا نب لگا ہے۔ صفت یہ ہے کہ سیاہی کو خود بخود بھر لیتا ہے۔ قابل تحفہ ہے۔ عہ

عجیب و غریب کلاک

نئی ایجاد۔ اس گھڑی میں نہ تو چابی لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کبھی بند ہوتی ہے۔ وقت بجا دیتی ہے۔ عہ

چکن کاڑھنے کی مشین

اس چھوٹی سی مشین سے ہر قسم کا بیل بوٹا پھول آسانی سے کپڑے ٹوپی دوپٹہ پر بنا لیجئے۔ قیمت عہ

ایم اے کمپنی۔ شاہ جہان پور

میٹرک پاس مسلم استانی کی ضرورت

ہمارے ایک مکرم مسلم ڈپٹی کلکٹر صاحب کو میٹرک پاس مسلم استانی کی اپنے گھر کے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ضرورت ہے۔ احمدی ہو تو بہت ہی بہتر معرفت خط و کتابت کریں۔ اکمل قادیان

لوگ موتیوں کے سرمہ کے گرویدہ ہیں

اس لئے کہ یہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کیلئے اکسیر ہے۔ اسکا استعمال آنکھوں کو عینک سے نجات دلانے کے علاوہ آئندہ بیماری سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔ قیمت فی تولہ ۲ محصولڈاک علاوہ پانچ تولے کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔ لاکھوں شہادتوں کی شہادت ملاحظہ ہو:

جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ جناب علامہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب مبلغ بلاد یورپ و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ فرماتے ہیں۔ کہ موتیوں کا سرمہ میں نے کئی گروں کے واسطے استعمال کیا۔ اور بہت مفید پایا۔

ملنے کا پتہ

مینجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

قنوج سے

ہر قسم کی عطریات اور ہر قسم کے تیل خوشبودار عرقیات وغیرہ نوازمات تمباکو خوردنی وغیرہ وغیرہ بذریعہ وی پی طلب کرنے سے بھیج جائیں گی اور جو صاحب بار سال کے واسطے کچھ پیشگی آنا چاہیے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت سے مطلع فرما دیں

شیخ عبداللہ سعد اللہ (احمدی) شہر قنوج

اکسیر سہیل ولادت

کا اشتہار کئی بار الفضل میں شائع ہوا ہے۔ دوستوں نے منگوایا استعمال کیا بے حد مفید پایا۔ چونکہ الفضل کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے کچھ عرصہ کے لئے اشتہار بند کر دیا گیا۔ مگر پھر بھی آج تک دوست منگواتے ہیں۔ احباب کو نوٹ کر لیں۔ یہ ولادت کے موقعہ پر سچی غمخوار چیز ہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے معہ محصولڈاک

مینجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی (لائن سرگودھا)

ضرورت ہے

(۱) ہر جگہ کے احمدی تاجران کی۔ جو بھوپال میں اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہیں (۲) ایسے سرمایہ دار احمدی احباب کی جو کم از کم یکصد روپیہ ایک نفع بخش کام میں لگانا چاہیں۔ مفصل حالات از

جنرل سپلائنگ ایجنسی بھوپال

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار مشتہرین ہیں نہ کہ الفضل ادارہ) منشی ... پرنٹر و پبلشر ... نے ... پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)